درس حدیث

محمد اظہر مدنی

نیکی کا ارادہ کرنے پر اجر وثواب

عن ابن عباس رضی الله عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم، فیما یروی عن ربه عزوجل قال، قال: ”ان الله كتب الحسنات والسیئات ثم بین ذلک، فمن هم بحسنة فلم یعملها کتبها الله له عنده حسنة كاملة، فان هوهم بها فعملها کتبها الله له عنده عشر حسنات الی سبع مائة ضعف الی أضعاف کثیرة، ومن هم بسیئة فلم یعملها کتبها الله له عنده حسنة كاملة، فان هو هم بها فعملها کتبها الله له سیئة واحدة (صحیح بخاری : ٦٤٩١، باب من هم بحسنة او بسیئة، کتاب الرقاق، مسلم: باب اذا هم العبد بحسنة کتبت واذا هم بسیئة لم تکتب)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث قدسی میں فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور برائیاں مقدر کردی ہیں اور پھر انہیں صاف صاف بیان کردیا ہے پس جس نے کسی نیکی کا ارادہ کیا لیکن وہ اس پر عمل نہ کرسکا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ایک مکمل نیکی کا بدلہ لکھا ہے اور اگر اس نے نیکی کا ارادہ کرنے کے بعد اس پر عمل بھی کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اپنے یہاں دس بلکہ اس سے بھی زیادہ نیکیاں لکھی ہیں اور جس نے کسی برائی کا ارادہ کیا اور پھر اس پر عمل نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اپنے یہاں ایک نیکی لکھی ہے اور اگر اس نے بُرائی کا ارادہ کے بعد اس پر عمل بھی کرلیا تو اپنے یہاں اس کے لیے ایک برائی لکھی ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے، وہ بندوں پر بڑا رحم وکرم کرنے والا ہے، نہایت ہی مشفق ومہربان ہے، اور حد درجہ چاہنے اور محبت کرنے والا ہے۔ اسی لیے اس نے اپنے فضل عظیم سے بندوں کو اجر وثواب اکٹھا کرنے کے بے شمار مواقع مہیا فرمائے ہیں۔ اور یہی نہیں کہ انسان جب تک نیکی نہ کرے اسے اجر وثواب نہیں ملے گا بلکہ اگر کسی نے صرف نیکی اور بھلائی کا ارادہ ہی کرلیا گرچہ وہ نیکی اور بھلائی کا کام کسی وجہ سے نہ کرسکا تو اس پر بھی رب کریم اپنی بے پناہ رحمتوں سے اجر وثواب کا مستحق ٹھہراتا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث پر جب غور کرتے ہیں تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ دین اسلام نے قلوب واذہان کی صفائی کی ترغیب دی ہے اور فکری بے راہ روی، گندی سوچ و فکر اور ہر قسم کی برائی پر قدغن لگایا ہے ساتھ ہی ساتھ اچھا کام کرنے والے کی حوصلہ افزائی اور نوازش کی بات کرتا ہے یہی نہیں بلکہ اگر کوئی شخص صرف اچھا اور بھلا سوچتا ہے تو اس کے اس اچھی اور بھلی سوچ اور ارادہ ونیت کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اجر وثواب کا مستحق ٹھہراتا ہے اور اس کی پذیرائی کرتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ کسی برائی کا ارادہ کرے تو اسے نہ لکھو یہاں تک کہ وہ اسے انجام نہ دے لے، جب اس کو کرلے تو پھر اسے اس کے برابر لکھو اور اگر اس برائی کو وہ میرے ڈر سے چھوڑ دے تو اس کے حق میں ایک نیکی لکھو اور اگر بندہ کوئی نیکی کرنا چاہے اور نہ کرسکے تو اس کے لیے اس نیک ارادہ ہی پر ایک نیکی لکھ دو اور اگر اس نیکی کو عملی جامہ پہنچادے تو اس جیسی دس نیکیاں اس کے لیے لکھو۔ دس نیکیاں سے لے کر سات سو نیکیاں تک اس کے لیے لکھ دو۔

ہمارے اسلاف ایسے ہی تھے۔ نیکی کے خواہاں وخوگر تھے۔ لیکن اس کے برعکس آج اگر مسلم معاشرہ کا جائزہ لیا جائے تو نیکی کے کام کرنا تو دور کی بات ہے نیکی اور بھلائی کی نیت کرنے والے بھی بہت کم افراد ملیں گے۔ درحقیقت یہ ہمارے گناہوں کا نتیجہ ہے جس کی بدولت ہمارے دل سیاہ ہوگئے ہیں جس کے پاداش میں ہمارے دلوں پر مہر لگادی گئی، اچھا کام کرنا تو درکنار اچھا سوچ بھی نہیں سکتے۔ حقیقت میں یہ اللہ کی بہت بڑی مار ہے کہ آج سماج ومعاشرہ میں اچھی سوچ وفکر اور خیر وبھلائی کے کام کرنے والے لوگ کم سے کم تر ہوتے جارہے ہیں۔ ایسے میں ہمیں اپنے اعمال کا جائزہ لینا ہوگا، دلوں کی صفائی کرنی ہوگی، برائیوں کو ترک کرنا ہوگا، اپنے اندر ایک دوسرے کے تئیں اچھا اور سچا سوچنے کا جذبہ رکھنا ہوگا ورنہ ہم روزانہ تاریکیوں کے دلدل میں پھنستے چلے جائیں گے۔ ایمان کی اینٹیں کھسکتی چلی جائیں گی اور ہم اتنا دور نکل چکے ہوں گے کہ احساس بھی نہیں ہوگا، جس طرح آج معاشرہ میں خال خال ہی ایسے لوگ ملیں گے جو خیر وبھلائی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ خاص طور پر دوسروں کے بارے میں اچھا سوچنا، بھلائی کا ارادہ کرنا، یہ بہت بڑی بات ہے۔ جبکہ دین اسلام کا مزاج یہ ہے کہ انسان اُسی وقت مکرم ہوسکتا ہے جب تک کہ وہ اپنے بھائیوں کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند فرماتا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اس نعمت عظمیٰ سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کریں۔ نیکی اور بھلائی کے کاموں کا ارادہ کریں اور اس کو عملی جامہ پہنائیں اور برا سوچنے اور اس پر عمل پیرا ہونے سے گریز کریں۔ ساتھ ہی اللہ سے دعا کریں کہ الٰہ العالمین ہم تمام لوگوں کو خیر وبھلائی کا ارادہ رکھنے اور اس پر عمل کرنے کی خصوصی توفیق ارزانی فرما۔ **وصلی الله علی النبی وسلم تسلیما** ☆☆

مدیر مسئول

اصغرعلی امام مہدی سلفی

مدیر

عبدالقدوس اطہر نقوی

نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی   مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی   مولانا شہاب الدین مدنی   ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی   مولانا طہ سعید خالد مدنی   مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
عظیم محسن، بے قرار ہستی ﷺ	۸
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر بوقت نکاح ورخصتی	۱۱
تعمیر ملک وملت میں اہل علم کا کردار	۱۴
پُر امن بقائے باہم اور رواداری کی اسلامی تعلیمات	۱۷
رپورٹ انیسواں آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم..	۲۲
مرکز کی سرگرمیاں	۲۹
جماعتی خبریں	۳۰
اشتہار اہل حدیث منزل	۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدلِ اشتراک

سالانہ ـــــــــ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ـــــــــ ۷/روپے
پاکستان ـــــــــ ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

اصغرعلی امام مہدی سلفی

سنہ ہجری ماہِ محرم محاسبۂ نفس

ماضی ہمارا کیسے گذرا؟ ہم کیا تھے اور کیا ہونا چاہئے تھا؟ ہماری اس وقت کیا حالت ہے اور ہمارا حال کیسے گذر رہا ہے؟ اور مستقبل میں کیا دکھائی دے رہا ہے اور مستقبل کیسا ہونا چاہئے؟ وغیرہ وغیرہ۔ اگر ان سب پر ہماری تھوڑی بھی نظر ہے اور ذرہ برابر بھی ان کے تئیں ہم فکر مند ہیں اور بجا طور پر ہم ان کے لیے کچھ کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں بہت سچائی اور صفائی کے ساتھ ماضی پر بیجا فخر کرنے یا اس پر مرثیہ پڑھنے اور حال کا رونا رونے کے بجائے ہمیں ان سب کی روشنی میں آئندہ کے لیے لائحہ عمل تیار کرنے کے ساتھ ہی عملی میدان میں کود پڑنا چاہئے اور بلا تاخیر وتمہیل کے تیز گام ہوجانا چاہئے۔ اب نہ بہت زیادہ سوچنے کا موقع ہے نہ عملی اقدام میں کوتاہی کا۔ اب تک جو غلطی کرتے آئے ہیں اس سے بچنا بھی از حد ضروری ہے۔ ایک اہم فروگذاشت جو ہم سے ہوتی آرہی ہے، وہ پدرم سلطان بود کی رٹ ہے۔ ہم اسی زعم میں کہاں پہنچ گئے؟ اور غلامی کا طوق بھی پہن لیا۔ آبا واجداد سلطان ہی نہیں سلاطین عالم تھے بجا ہے۔ مگر ہم اسی راگ راگنی میں مست تھے کہ غلامی کی بدترین زنجیروں میں جکڑ دیئے گئے۔ وہ جو فاتح عالم کہلاتے تھے اور وہ جو اقلیت میں رہ کر بھی حاکم تھے، زمینوں کے ساتھ دلوں پر بھی فتح کا جھنڈا لہراتے تھے اور اکثریت کو اپنا گرویدہ بناتے تھے اور ان کا نجات دہندہ کہلاتے تھے، اب ہم انہی آباء واجداد سلاطین وملوک سے متعلق ملوکیت کے نام پر نئی نسل کو بہکاتے ہیں، خود کو دھوکہ دیتے ہیں اور دوسروں کو بھی دھوکہ میں ڈالتے ہیں۔ انہوں نے کن حالات میں اتنی لمبی حکومتیں کیں، دلوں پر راج کیا اور زمین اور اہل زمین کو کیسے کیسے فائدے پہنچائے؟ ان پر کنٹرول کیا اور انہیں غلام بنانے کے بجائے ان کے دلوں کو قید اور قابو میں کر رکھا۔

ہم نے ان کو الزام دینا شروع کر دیا۔ ان کی جہالت کو اجاگر کرنے کے لیے اپنی جہالت اور نادانی کی انتہا کر دی، کبھی ان کو جاہل، لادین، عیش وعشرت کا دلدادہ، دعوت وتبلیغ کے جذبے سے عاری، حمیت دینی اور غیرت ایمانی سے خالی، عمارتوں کا رسیا، سیر وتفریح کا دلدادہ اور غیر ملحدوں سے ولاء اور اپنوں سے

براء اور پتہ نہیں کتنے نام دیئے اور کیا کیا نہیں کہا ہم نے ان کو؟ اور افسوس کہ یہ سب عار دشتار اور دشنام اخلاص اور محبت میں اور اصلاح وفلاح کے نام پر کیا جس کی وجہ سے ہم نے اپنی غلطی اور اقدام پر سوچنے کا سوال ہی نہ آنے دیا۔ اور ''كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا'' (الاعراف:۳۸) کا مصداق نادانستہ سہی دنیا میں ہی بنتے بناتے رہے۔ نتیجہ ظاہر ہے ہم اپنی کوتاہیوں میں اگر جھانکتے، اپنی غلطیوں کو تاکتے اور اپنے نفسوں کا محاسبہ کرتے تو ہرگز ان ملوک وشاہان اور حکمران کو اس قدر برا نہ گردانتے۔

آج کی دنیا میں جو بھی ہمارے سیاسی، سماجی اور دینی رہنما ہیں ہم ان کو ہی اپنی تمام ناکامیوں اور خامیوں کا ذمہ دار ٹھہرائے جا رہے ہیں۔ ان سے جو خیر کا حصول ممکن تھا، ان کے وجود سے جو ایک دھاک قائم تھی اور ایک معنویت تھی، ہم نے ان کو غیروں کی نظر میں بھی یہی نہیں کہ بے وقعت کیا بلکہ ان کو اصل مجرم قرار دے دیا۔ ہم نے اپنے قول وکردار سے غیروں کی نظر میں خود کو بے اثر و بے وقار گردانا یہاں تک کہا کہ وہ ناکارہ ہی ہیں وہ ایوانوں اور جماعتوں میں ہمارے نمائندہ نہیں ہیں۔ بھلا وہ کب تک اس میدان میں ٹک سکتے تھے؟ یہی حال غیر مسلم سیکولر خواہ وہ نام کے ہی کیوں نہ ہوں ان کی ظاہری رواداری، دلداری، وضع داری، پشت پناہی اور تائید جس کی ہم ہمہ وقت ضرورت محسوس کرتے ہیں اور ڈوبتے کو تنکے کا سہارا مانتے تھے ہماری تنقیدوں، تیشہ زنیوں نے ان کو بھی بے وزن کر دیا اور خود سے دور کر دیا۔ جو وقار وبھرم قائم تھا وہ جاتا رہا اور ہماری اس بے اعتدالی اور بے راہ روی اور ٹویٹ اور تبصرے سے جو بچا کچھا لگاؤ اور تعلق تھا وہ بھی معرض خطر اور خاتمے کی کگار پر ہے۔ متبادل کوئی نہیں اور جو ہے اس کو ختم کر دو۔ آخر یہ جینے کا کونسا چلن ہے؟۔ حالانکہ ہم انہی ایام میں جب اپنے رہنماؤں اور قائدین کو بیکار و بدنام کر رہے تھے بڑے بڑوں کی پگڑی اچھال رہے تھے، نعم البدل کون کہے بدل اور ادنیٰ نمائندہ کے لیے بھی ترس رہے تھے اور ملت اور جماعتوں کو طعنہ بھی دے رہے تھے۔ ہم سے سیادت و قیادت اب نچلی سطح پر بھی ختم ہوتی جا رہی ہے۔ مسلم لیڈر قومی سطح پر کیا مقامی سطح پر بھی نہیں ملتے۔ گویا ملت کو بانجھ کہہ کر اپنی رہی سہی امیدوں پر بھی پانی پھیرنے سے باز نہیں آ رہے ہیں۔ حالانکہ ہماری نظر کے سامنے انتہائی پچھلی ذات اور دھرم کے لوگوں نے اپنی تعلیمی، اقتصادی، سماجی اور دینی پسماندگی کے باوجود اپنے چھوٹے چھوٹے لیڈروں کو اتنی اہمیت دی، قدر کی، تعاون کیا، حوصلہ دیا اور خود ماننے کی خو پیدا کی اور بھرپور طور پر اپنے قائدین کی ہمت افزائی کی اور بڑائی بیان کی اور ان کو زیرو سے ہیرو بنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ جبکہ ہمارا کردار حد درجہ افسوسناک اور خطرناک رہا۔ ہم نے بڑے ہیروؤں اور علم وفضل کے علمبرداروں کو زیرو بنا کر ہی دم لیا اور بالآخر ہمیں۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

اور بچی کچھی اور بے اثر قیادت کے وجود و بقا کی دہائی دے رہے ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد جیسی عبقری، بے نفس اور اللہ والی شخصیت، آفتاب و ماہتاب علوم وفنون اور یگانہ روزگار عالمی ہستی کو شوبوائے کہنے والوں کی ہی سنی جاتی تھی اور امام الہند ہونا ہضم نہیں ہوتا تھا۔ اب تک بعض ٹولے اور خانوادے بعض لوگوں کو بلند وبالا ثابت کرنے کے لیے ان کو کوتاہ بلکہ مطعون ومعدوم اور گمنام بنانے کے لیے کوشاں رہتے ہیں اور اس بے راہ روی اور ناعاقبت اندیشی سے مسلمانوں کی رہی سہی تاریخ بھی گمشدہ وگمنام بنانے پر تلے رہتے ہیں۔ غیروں کی ریشہ دوانیاں تو اپنی جگہ قائم ہی ہیں بلکہ ہماری اس روش ورجحان نے ہماری اس روشن تاریخ کو تیرہ وتاریک گوشہ اور گرد میں ڈال دینے کی جرأت عطا کر دی ہے۔ حتی کہ وہ ہمارے وجود کے ہی منکر نظر آ رہے ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ ہماری اس بھیانک حالت اور بدترین غفلت وغلطی نے بجا طور پر ہمارے مستقبل کے سلسلہ میں کہنے کا جواز فراہم کر دیا۔ کہ

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

الغرض ہمیں اپنے خیالات، حالات اور اعمال کے دھارے کو بدلنے کے لیے قیادت، سیادت، سیاست، اخلاق، معاملات ہر معاملہ میں اپنا دقیق وباریک محاسبہ کرنا ہوگا، دینی اور دنیوی اعتبار سے ہم کہاں کہاں ٹھوکر کھاتے رہے ہیں اس کا گہرائی سے جائزہ لینا ہوگا اور ہم کہاں کہاں الجھاؤ کے شکار ہوتے رہے، الجھتے رہے اور لایعنی تگ و دو کرتے رہے اس پر غور کرنا ہوگا۔ ہمارا حال یہ رہا کہ اپنے اہم ترین مسائل سے نپٹنے کے بجائے دور کی سجھاتے رہے اور اسی ضیاع عمر و وقت اور بربادی انرجی وقوت کو کارنامہ ونا موری تصور کیا اور تھوڑی دیر کے لیے مفکر ومجادل اور باحث ودانشور کہلا لیا، حالانکہ یہ منصب سراب بھی خال خال ہی کسی کو حاصل ہوا، اس کا حقیقت میں نام ونمود کے علاوہ کوئی حاصل تھا ہی نہیں، سوائے اس کے کہ دنیا نے ہماری فکری کائنات کو ہفوات سمجھا اور خود را فضیحت اور دیگراں را نصیحت کے علاوہ کوئی کریڈٹ نہ ملا تھا نہ ملا۔ موجودہ دور کے داخلی وخارجی، ملکی اور عالمی مفکرین حضرات کا کل حشر یہی رہا اور حسرت و

یاس کے علاوہ نہ ان کو کچھ ملا اور نہ قوم وملت کو اس سے کچھ حاصل ہوا۔

لہٰذا آج ضرورت ہے خصوصاً اس ماہ محرم اور نئے سال میں اپنے پورے سال اور سارے مآل وانجام کے جائزہ اور محاسبہ کی اور اس کے مزید نتائج و خمیازے بھگتنے کی جو نوبت آرہی ہیں ان کے تدارک اور دفعیہ کی۔ ماہ محرم حرمت وعظمت اور احترام کا مہینہ ہمیں سال بھر ہی نہیں بلکہ اپنی سابقہ پوری زندگی کے عملی احتساب اور عروج وزوال اور ترقی وانحطاط کے دقیق جائزہ اور تحلیل وتجزیہ کا موقع فراہم کرتا ہے کہ ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا۔

یہ ماہ مبارک سنہ ہجری کا پہلا مہینہ ہے۔ انتہائی سخت ضرورت کے تحت ایک کلینڈر اور اسلامی تقویم کی ضرورت محسوس ہوئی اور اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے وزراء وسفراء اور علماء سے مشورہ کیا کہ ہمارا تقویم اور کلینڈر کس دن اور واقعہ سے متعین کیا جائے۔ ارباب حل وعقد نے مشورہ دیا کہ رسول کریم ﷺ کے یوم پیدائش اور ولادت با سعادت جیسے یادگار اور مسعود ومبارک دن سے متعین کیا جائے۔ کیوں کہ انسانی اور اسلامی تاریخ میں اس سے اہم دن کوئی اور نہیں ہوسکتا۔ یہ سارے عالم بلکہ عالمین کے لیے رحمت وبرکت کا دن ہے۔ ایک تجویز یہ آئی کہ نبوت اور پہلی وحی کے نزول کا دن سب سے اہم تاریخی دن ہے۔ انسانی تاریخ کے مشکل اور مہلک دور کا رخ رحمت وحیات اور فوز وفلاح انسانیت کی طرف یہیں سے مڑا۔ وحی الٰہی کے نزول کی ابتدا سب سے بڑی خوش خبری، انسانیت کی کامیابی کی ضمانت اور اس کی سب سے بڑی اور اصلی ضرورت کی تکمیل کا آغاز ہے۔ اسلام کے بڑے بڑے سورماؤں اور سرداروں کے یوم شہادت بھی ان کے سامنے رہے ہوں گے۔ قوموں کی زندگی میں فتح وظفر کے ایام سب سے اہم اور انقلابی دن تصور کیے جاتے ہیں۔ انہیں یادگار دن کو قومی دن کے طور پر بھی منایا جاتا ہے اور اقوام عالم اس دن سے کلینڈر کا آغاز کرنے میں فخر وسربلندی محسوس کرتی ہیں اور اسے اپنے ہمت وحوصلہ کو ہمیشہ مہمیز دینے اور عزائم کو جوان رکھنے کے لیے متعین کرتی ہیں۔ بدر وحنین اور احد وخندق اور حدیبیہ کی فتح مبین، فتح مکہ اور خیبر کے جشن وفتح، جنگ تبوک ویرموک اور موتہ بھی نظروں کے سامنے تھیں۔ مگر حضرت علی خلیفہ راشد ورابع رضی اللہ عنہ نے جو واقعہ ہجرت کو اسلامی کلینڈر اور تقویم کی ابتداء کے لیے تجویز فرمائی اس کو ملہم ومحدث اور موید وموفق بتائید الوحی الالٰہی خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پسند فرمایا اور پاس کردیا اور پوری امت اور ساری حکومت نے بسروچشم قبول کرلیا اور اسے نیک فال سمجھ کر اسے جاری کردیا۔ گرچہ ہجرت کے واقعات فاجعات اور حادثات وسانحات، اس کے خطرات، اس کے حالات ومعاملات، اس کے مقتضیات اور اس کے اوقات وساعات اس قدر کٹھن، مشکل اور ہوشربا وہولناک تھے کہ اس کے تصور سے ہی کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے، دماغ ماؤف ہوا چاہتا ہے، ہوش اڑنے لگتے ہیں، حواس باختگی طاری ہونے لگتی ہے، رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، جسم سن ہوجاتا ہے، جسم لرزہ براندام ہوجاتا ہے، آنکھوں میں آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی ہے، تن بدن میں خون جوش مارنے لگتا ہے اور آن ہی آن میں چیرو تو بدن میں لہو کا قطرہ بھی ہونا ناممکن نظر آتا ہے۔ کاٹو تو بدن میں لہو کا ایک قطرہ بھی نہ نکلے۔

آہ کیا عالم تھا اعیان واعوان کے مدینہ ہجرت کرجانے کے بعد کا، نہ کوئی یار نہ مددگار۔

کأن لم یکن بین الحجون الی الصفاء

انیس، ولم یسمر بمکة سامر

سوائے ایک یار غار، پیر جواں مرد صدیق اکبر، سید ابرار اور ایک اور جواں سال فدا کار علی حیدر کرار کے۔ دوسری طرف تمام قبائل وفصائل، عرب اور بطون وافخاذِ قریش ساری پیش بندی اور پوری تیاری، عیاری اور ہولناکی کے ساتھ ضربة رجل واحد. ایک ہی حملہ اور وار میں قصہ تمام کردینے کے لیے تیار بیٹھے ہیں اور تیز وطرار بنے ہوئے ہیں، جاسوسوں کا جال بچھا ہوا ہے اور مخبروں کا بھونچال آیا ہوا ہے، کسمپرسی اور مجبوری ولاچاری انتہائی حد کو پہنچی ہوئی ہے اور اللہ کی زمین ''ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ'' (التوبة:۱۱۸) کا سماں پیش کررہی ہے، دشمن فرعون وقت بن کر سر پر کھڑا ہے، وقت کے سب سے بڑے سورما وشہسوار تعاقب میں ہیں اور پشت پر پہنچ چکے ہیں۔ غار کا منہ کھلا ہوا ہے، دشمن ادنیٰ انحنا اور حرکت سے دیکھ سکتا ہے۔ موذی جانوروں اور مار وکژدم کے مان میں پناہ لے کر جواماں ملی تو کہاں ملی، کی کیفیت طاری ہے، اور اندیشہائے دراز نہیں، بالیقین اب تو دشمن اور اس کی پلٹن پوری قوت کے ساتھ سر پر سوار ہے اور آپ ﷺ وطن عزیز مکہ مکرمہ کی طرف پلٹ پلٹ کر حسرت وافسوس کے ملے جلے احساسات کے ساتھ فرماتے ہیں۔ ''انک احب البلاد الی'' تم ہی سب سے محبوب ترین سرزمین ہو میرے لئے۔ یہ ہے وطن سے محبت اور دیار ومقدسات سے تعلق خاطر والفت۔ صدیق اکبر جو صداقت، بسالت وشجاعت، شرافت وفراست کا پیکر ہے، اپنی تمام تر جانثاری اور ہوشیاری کے باوجود یہ منظر دیکھ کر اپنے یار غار اور عزیز از جان کے امن وامان اور حفاظت جان نبی آخر

الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے گھبرا جاتا ہے اور بے ساختہ کہتا ہے کہ اب تو ہم دھر لئے گئے اور حق کی آواز آج سے پست وخاموش نہ ہوجائے۔ ایسے وقت میں وہ نبی جس پر ہمت وجواں مردی ختم تھی نے پورے اطمینان سے کہا ''لاتحزن ان اللہ معنا ، ما ظنک باثنین اللہ ثالثھما'' ۔(متفق علیہ)

اور جس کا نقشہ قرآن کریم نے بایں طور کھینچا ہے:

''اِلَّا تَنۡصُرُوۡهُ فَقَدۡ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذۡ اَخۡرَجَهُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ثَانِىَ اثۡنَيۡنِ اِذۡ هُمَا فِى الۡغَارِ اِذۡ يَقُوۡلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنۡزَلَ اللّٰهُ سَكِيۡنَتَهٗ عَلَيۡهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوۡدٍ لَّمۡ تَرَوۡهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوا السُّفۡلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِىَ الۡعُلۡيَا وَاللّٰهُ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ'' (التوبہ:۴۰)

''اگر تم ان کی مدد نہ کرو تو اللہ ہی نے ان کی مدد کی اس وقت جبکہ اسے کافروں نے دیش سے نکال دیا تھا دو میں سے دوسرا جب کہ وہ دونوں غار میں تھے جب یہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پس جناب باری نے اپنی طرف سے تسکین اس پر نازل فرما کر ان لشکروں سے اس کی مدد کی جنھیں تم نے دیکھا ہی نہیں۔ اس نے کافروں کی بات پست کردی اور بلندوعزیز تو اللہ کا کلمہ ہی ہے۔ اللہ غالب ہے حکمت والا ہے۔''

دراصل یہ مہینہ، یہ سنہ ہجری اور یہ نیا سال ہمیں اسی زحمت میں رحمت کی یاد دلاتا ہے۔ اس لیے بھی تمہارے لیے سنہ ہجری کا استعمال ضروری ہے کہ اللہ نہ کرے چاہے تم جتنے بھی سنگین حالات سے دوچار ہو، جتنا بھی لاچار گردانے جاؤ، جتنی بھی مشکلیں تم پر ٹوٹ پڑیں، جتنا بھی جگ تمہارا بیری ہوجائے، سارا عالم تم پر ٹوٹ پڑے، بے سروسامانی جس حد تک بھی پہنچ جائے، وسائل جتنے بھی تم سے چھن جائیں، خیمہ ام معبد کی مریل سی بکری کے تھن بھی خشک ہوچکے ہوں اور زادراہ اور نان ونوش کے نام پر تمہارے پاس کچھ بھی نہ رہ گیا ہو، خشک تھنوں، لاغر قدموں اور سوکھے ہوئے جسموں اور ہڈیوں میں پیوست ہورہی چمڑی والی بکری سے نان نہیں صرف نوش کا سامان معجزاتی طور پر ہوجائے تو ہوجائے کچھ بھی باقی نہ رہ گیا ہو تو بس اتنی سی ہمت باقی رہنی چاہیئے کہ اپنی جان کو ہتھیلی پر لے کر اپنے ایمان کی حفاظت کی خاطر بس نکل پڑو، اور خارزاروں، سنسان و خوفناک وادیوں اور پہاڑوں، بے آب وگیاہ میدانوں اور چٹانوں اور بے شمار رکاوٹوں اور خطرات کے منڈلاتے ہوئے بادلوں میں بس اللہ بھروسے یہ کہتے ہوئے نکل پڑو:

ملک خدا تنگ نیست
پائے غریب لنگ نیست

پھر دیکھو کیسے کیسے محیر العقول اور اعجوبۃ الدھر کرامات وثمرات ظاہر ہوتے ہیں۔ اور دنیا لاکھوں تو چھوڑ جائے مگر مدد کو نہ آئے۔ اور مدعی لاکھ برا چاہے، دشمن جانی لاکھ ستائے اور بھگائے، فَقَدۡ نَصَرَهُ اللّٰهُ کا مژدہ جانفزا اور درس ہجرت سے اخذ کرو، لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا کا حقیقی سبق پڑھو، اپنی اولاد اور بچے کھچے یاروں اور نسلوں کو پڑھاؤ، دیکھو گے کہ ہجوم مسائل، مشکلات کی آندھی، حوادث وآلام کے جھکڑ اور باطل کے بلندو بالا نعروں اور للکاروں کے جواب میں کس قدر سکون واطمینان ہوتا ہے، دلوں کو ڈھارس بندھتی، تائید غیبی آتی ہے، مدد آسمان وزمین سے فراہم ہوتی ہے، فرشتے کیسے لشکروں کو اندھا و بہرا کردیتے ہیں۔ غیر مسلم دلیل راہ بنتا ہے، دشمن جانی سو اونٹوں اور ہزاروں مرسڈیز کاروں اور مرکب ومسکن مزخرف کو کیسے بھول جاتا ہے، اس پر لات مار کر اب تمہیں قید و بند سے دوچار کرنے اور تہہ تیغ کرنے کے بجائے تمہاری چاکری کرتے ہوئے دشمنوں کا رخ پھیرنے اور ان کو اندھیرے میں رکھنے اور راستہ مامون ومحفوظ قرار دینے کے لیے کیسی سیکوریٹی کا بندوبست کرتا ہے، کیسے گھبراہٹ اور اضطراب وتلملاہٹ اور بدحواسی کے عالم اور وقت میں مشکل سوال کھڑا کر کے راز اگلوانا چاہتا ہے اور تم اسے پورے اطمینان سے اپنا راہ برو رہنما بتاتے اور توریہ کے ذریعہ اسے کیسے مطمئن اور اپنے آپ کو اور اپنے دین وایمان کو کیسے حفظ وامان کا پروانہ تھماتے ہو، تم دنیا کی سب سے پیاری خلق خدا کی یاری اور اسلام کی پاسداری کے لیے سب سے بڑا اور مقدس مرکز بناتے ہو، سب سے عظیم اور صالح انقلاب لاتے ہو اور اس کی اصالت وپائیداری کی بے مثال تاریخ رقم کرتے ہو۔ اور ساری دنیا کے لیے کیسے رحمت بنتے ہو، دشمن جانی کو کیسے حمایت وحفاظت ایمان واسلام کا سپاہی بناتے ہو، اور کس طرح اس دشمن جانی وایمانی کو وقت کا سب سے بڑا تمغہ اور ایوارڈ کسریٰ کا کنگن پہناتے ہو، کس طرح بندوں کو بندوں کی بدترین اور اہانت آمیز غلامی سے نکال کر ان سب کے رب کا بندہ بناتے ہو اور کس طرح قوموں جماعتوں، خاندانوں کو باہم شیر وشکر کرتے ہو، کیسے سب بھائی بھائی بن جاتے ہیں اور سارے بھید بھاؤ، اونچ نیچ اور نفرت و تعصب کو فراموش کردیتے ہو۔

شاید اب تمہیں یقین آگیا ہوگا کہ تمہاری یہ تقویم ہجری مہاجرت رسول کے انتہائی نازک اور کٹھن واقعہ سے ہی شروع کرنے کا راز اور فلسفہ کیا ہے اور

کیوں کر تم اسے اپنا کر اپنی عظمت رفتہ واپس لا سکتے ہو۔اور اگر تمہیں یہ سبق یاد ہوگیا ہے کہ ماہ محرم تمہارے لیے کیا مقام ومرتبہ رکھتا ہے تو اب تمہیں کسی رنج وغم اور خوشی کے لیے موقع تلاشنے یا برتنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ ہاں! اگر تمہارے اوپر اگر کسی کی شکر گذاری ضروری ہے تو اللہ کا شکر ادا کرو، کہ فرعون جیسا ظالم وجابر انسان اور صاحب لاؤ ولشکر ومتاع ومال اور سامان کے ظلم سے موسیٰ علیہ السلام اور اس وقت کے مومنین ومسلمین نے اس کی غرقابی سے کیسے نجات پائی اور اس دن روزہ اور عبادت رب کے ذریعہ کیسے شکریہ ادا کیا، تم یہود سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کے قدردان اور ان پر صحیح ایمان سے مشرف وممتاز ہو، تو تم اس کا شکریہ ادا کرنے کے زیادہ حقدار وسزاوار ہو تو اپنے نبی کی پیروی میں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خوشی میں عاشورا کا دو روزہ رکھا کرو، شکر گذاری و اطاعت شعاری کا ثبوت دو، اور بس۔ یہ اس لیے بھی کہ رمضان المبارک کے روزے تم پر جو فرض کئے گئے اس سے قبل عاشوراء کے روزے تمہارے اوپر واجب تھے۔ اب اسے فرض تو نہیں مگر صیام رمضان کے بعد محرم کا روزہ ہی تمہارے لیے سب سے افضل روزہ ہونا باقی رہا۔ اور اس ادائے شکر وسپاس اور محاسبہ نفس کے ساتھ سال بھر کے گناہوں کا کفارہ بھی ہو۔ اس کے علاوہ تم کسی غم میں اللہ نہ کرے مبتلا ہو تو صبر وصلوۃ سے کام لو، اگر خوشی ہے تو خوشی مناتے ہوئے روزہ وذکر الٰہی کے ذریعہ اسے مناؤ، اور خدارا تم کو زیب نہیں دیتا کہ تم چراغاں کرو، حلوے تقسیم کرو، سبیلیں لگاؤ، جشن وطرب میں ڈوب کر اچھے اچھے کپڑے پہن کر پورے باجے گاجے کے ساتھ نکلو، اور صف ماتم بچھاؤ۔

اور یہ جو تاریخ اسلام کا جانکاہ، دلسوز ودل دوز، پرسوز اور اندوہناک و خوفناک، افسوسناک وحسرتناک اور خطرناک حادثہ فاجعہ اور کارثہ عظمیٰ وسانحہ کربلا، شہید سید شباب اہل الجنۃ، جگر گوشہ سیدہ فاطمہ، لخت جگر علی مرتضیٰ اور سب سے بڑھ کر صاحب شباہت مصطفیٰ اور جاہت مجتبیٰ، سلوۃ خاطر وسکون جان حبیب کبریا حسین، برادران عزیزان محمد بن الحنفیہ، نفس الذکیۃ، ابوبکر، عمر، عثمان اور شقیق سید حسن عزیز از جان صاحب صلح عظیم بہ امیر المومنین حضرت معاویہ بن ابی سفیان علیہم الرحمۃ والرضوان کی شہادت کی صورت میں پیش آیا، اس پر کون دل ہے جو غمزدہ نہ ہوا ہو، کونسی آنکھ ہے جس نے لہو چشم اور خون کے آنسو نہ بہائے ہوں اور کون سی جان ہے جس نے یہ غم نہ کھائے ہوں، کیوں کہ ہمارے اپنے رشتہ دار محمد مصطفیٰ ﷺ کے رشتہ داروں پر قربان، ہماری جان ومال اور آل واولاد آل مصطفیٰ پر نچھاور۔ پھر بھی احساس وکسک دل میں یہ ہے کہ

حق تو یہ ہے کہ حق مصطفیٰ ادا نہ ہوا

مگر اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ اس ماہ محرم وعظمت نشاں میں ہمیں چند قدم نعوذ باللہ حد ادب واخلاق، ایمان وتعلیم وفرمان نبی سے بڑھ کر ان پر تکمیل دین کے ۶۱ رسال بعد ہم استدراک کریں اور نعوذ باللہ اپنی مرضی بھی داخل کریں۔ آپ کی حیات مبارکہ میں تکمیل دین "**الیوم اکملت لکم دینکم**" کے ذریعہ کردیا گیا تھا۔ اور آپ نے اسی کے تمسک واعتصام اور مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا اور یہی آل رسول ﷺ سے محبت، الفت اور اسے تمسک کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔ عترہ کرام اور آل اطہار سے وفاداری وغمگساری اور رشتہ کی استواری کا ورنہ ان کے نانا جان عزیز از جان و پدران ووالدان، سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا، داماد بابا جان علی ذی شان، بھائی جان حسن سید نوجوان جنان، اور لخت جگر عبادت گذار ان جہان اور سرداران وشہسواران عبادت شعار اور زاہدان وعابدان زمان زین العابدین کو کیا منہ دکھائیں گے اور خود ان شہیدان کربلا میں سرفہرست حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو جنہوں نے اپنے ہی نانا کی ایک زبان پر جان دیتے ہوئے شہادت کو ترجیح دی۔ خصوصا حضرت زین العابدین نے شیعان علی بن کر حضرت حسین کو دھوکہ سے قتل کرنے والے اہل کوفہ کو کبھی نہیں بخشا، کے سامنے ان فروگزاشتوں اور خصوصا محرم الحرام میں بتائی گئی تعلیمات کی خلاف ورزی اور فراموشی کا کیا جواب ہوگا۔

الغرض ہم بھائی بھائی ہیں۔ دیر تک جدائی اللہ جل شانہ کو بھی گوارا نہیں۔ ضرورت ہے واقعہ ہجرت کے تناظر میں وسیع وعمیق محاسبہ اور آل واصحاب محمد رسول اللہ ﷺ کے منہج وطریقہ کو جو انہوں نے تعلیمات نبوی کی خاطر اپنی زندگی صرف کردی اپنانے کی، ان سے کتاب وسنت کی روشنی میں رشتہ استوار رکھنے کی ان پر درود وسلام اور ترضی وترحم کے ڈونگرے برساتے رہنے کی۔ اور آخرت میں سرخروئی حاصل کرنے کی۔

کیوں کہ

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

اللھم صل وسلم علی محمدخاتم النبیین وعلی آلہ الطیبین الطاھرین وعلی صحبہ الغر المیامین ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین. آمین

☆☆☆

عظیم محسن، بے قرار ہستی صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا خورشید عالم مدنی، پٹنہ

اللہ رب العالمین کے بعد جس ہستی کا ہمارے اوپر بڑے احسانات ہیں وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک مومن سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتا ہے پھر اللہ کے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کو اپنے ایمان کا جزو لاینفک سمجھتا ہے۔

چونکہ اللہ سے حقیقی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس ہستی سے بھی محبت کریں جس سے اللہ محبت کرتا ہے اور وہ ذات گرامی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، جسے رب العالمین نے خلعت نبوت عطا کرنے کے لیے منتخب کیا ہے، جو محمد مصطفیٰ ہیں اور احمد مجتبیٰ ہیں۔ اس نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہم کیوں نثار نہ ہوں اور جان و دل نچھاور نہ کریں جس کے قلب اطہر پر گنجینہ علوم و معارف وخزینہ رشد و ہدایت قرآن کریم کو نازل کیا گیا ہے۔ اس نبی ہاشمی پر ہم کیوں نہ درود وسلام کا نذرانہ پیش کریں جس پر آسمان میں اللہ اور فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ وہ بے قرار ہستی جو اپنی امت کی ہدایت کے خواہاں اور اس پر بیحد شفیق و مہربان ہے، اس کی نجات اور مغفرت کے لیے رات کی تاریکی میں اللہ کے حضور الحاح وزاری کرنے والی ہے، جو ظاہری و باطنی خوبیوں کا مجموعہ، اخلاق کی سب سے بلند چوٹی پر فائز ہے اور جسے اللہ تعالی نے بڑی خوبیوں سے نوازا ہے۔ وہ ذات گرامی جس نے دنیا کو توحید کا سبق سکھایا، قادر مطلق کا تعارف کرایا، معصوم بچیوں کو زندہ دفن کرنے سے روکا، اونٹوں کے چرواہوں کو نورِ ایمان سے منور کرکے قیصر وکسریٰ کے تخت پر بٹھایا، اعمال صالحہ کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا سلیقہ سکھایا، جو جیتا جاگتا چلتا پھرتا قرآن تھا۔

اس محبوب ومقدس ترین شخصیت کی تعریف میں ہر دور کے نامور، مشاہیر، نابغہ روزگار شخصیات رطب اللسان رہی ہیں اور ان کے اسوہ حسنہ نے تمام شعبہائے زندگی کے ماہرین کو ایسا چیلنج دیا ہے جس کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی عاجزی کے اظہار پر مجبور ہیں۔ اس مقبولیت اور شان محمودیت کی وجہ اللہ تعالی کا ذات نبوی سے وہ قرآنی وعدہ ہے "وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَک" (الم نشرح:4) "ہم نے تیرا ذکر بلند کردیا"

"اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ" (الکوثر:3) "اور تیرا دشمن ضرور بے نام ونشان ہوکر رہے گا"۔

اس نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس نے بھی گستاخیاں کیں، ناموس رسالت کے تقدس کو پامال کیا، عظمت رسالت کو داغدار کرنے کی مذموم کوشش کی، اسے اللہ تعالی نے نشان عبرت بنادیا اور وہ رسواکن بھیانک انجام سے دوچار ہوا، اس لیے کہ خود اللہ تعالی نے فرمایا ہے اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَھْزِءِیْن (حجر:95) "مذاق اڑانے والوں سے نپٹنے کے لیے آپ کی طرف سے ہم کافی ہیں"

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا (احزاب:57) "بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں، اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت بھیج دیتا ہے اور ان کے لیے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے"۔

یہ عبداللہ ابن ابی ہے، جس کے جنازہ کی نماز آپ نے پڑھائی، کفن کے لئے اپنا کرتا دیا، اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں رکھا لیکن اس گستاخ رسول کو آپ کا نماز جنازہ پڑھانا بھی کام نہیں آیا، اللہ نے اس کو معاف نہیں کیا "اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُم"۔ (توبہ:80) "اگر آپ ان کے لیے ستر بار بھی مغفرت کی دعا کریں گے تب بھی اللہ انہیں معاف نہیں کرے گا"۔

اور جب اخنس بن شریق، ولید بن مغیرہ نے آپ کو مجنون کہا تو سورۃ "القلم" میں پہلے اللہ نے اس کی تردید فرمائی "مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْن" (القلم:2) اور پھر اس کی 9 خامیاں اور عیوب گنا دیے اور روز قیامت اس کی سونڈ (ناک) کو داغ دیے جانے کی وعید سنائی "وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ" (القلم۱۰-۱۳) "اور آپ ہر زیادہ قسم کھانے والے ذلیل انسان کی بات نہ مانیں، جو عیب جوئی کرنے والا چغلی کھانے والا ہے، بھلائی کے کاموں سے روکنے والا، حد سے تجاوز کرنے والا، بدکار ہے، بدمزاج اکھڑ ہے، ان سب عیوب کے ساتھ بداصل ہے"۔

ابولہب، اس کی بیوی اور دو بیٹے سب نے مل کر نبی محترم کی توہین کی، پوری زندگی اس بدبخت نے مخالفت کی، عکاظ وذوالمجاز کے میلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی دعوت دے رہے ہیں اور وہ پیچھے سے کہہ رہا ہے لوگو! یہ ساحر ہے، مجنون ہے، اس کی بات نہ سنو۔

بیوی جس کا نام عوراء اور کنیت ام جمیل ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں یہ شوہر کا ساتھ دیتی تھی، آپ کے راستے میں کانٹے بچھایا کرتی تھی، آپ کو مذمم کہتی تھی، لوگوں کو آپ کے خلاف بھڑکایا کرتی تھی۔ ابولہب کو دنیا میں بھی اللہ کی مار

لگی اور وہ جہنّم کے شعلوں کا لقمہ بنے گا۔ ام جمیل کی گردن میں آگ کی موٹی زنجیر ہوگی۔ بدتمیز بیٹا عتبہ کوشام کے سفر میں ایک شیر کھا گیا۔ یہ ہے گستاخ رسول کا انجام۔

اس دنیا میں ابولہبی کردار کے لوگ پیدا ہوتے رہیں ہیں، آج بھی ہورہے ہیں اور ایسے کردار کے تمام لوگوں کا وہی حشر ہوا اور ہوتا رہے گا، جو ابولہب کا ہوا۔

رسولوں کی توہین جیسا عمل شنیع وغلیظ تاریخ انسانی میں پہلے بھی وقوع پذیر ہوتا رہا ہے۔ یہ اعداء اسلام کی دیرینہ روایت رہی ہے جس کا شکوہ قرآن کریم بڑے دل گیر انداز میں کررہا ہے ''يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ'' (یس:30) "افسوس ہے ایسے بندوں پر کہ جب بھی ان کے پاس کوئی رسول آیا تو انہوں نے اس کا مذاق اڑایا"۔

اللہ تعالی نے امم ماضیہ کو اپنے عذاب الیم کی گرفت میں لینے اور انہیں دردناک عذاب کا مزہ چکھانے کی ایک اہم وجہ اسی جرم عظیم "اہانت رسول" کو قرار دیا ہے۔ ''وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ'' (رعد:32) "اور آپ سے پہلے بہت سے رسولوں کا مذاق اڑایا گیا تو میں نے اہل کفر کو ڈھیل دے دی پھر انہیں پکڑ لیا تو میری سزا کیسی (سخت) تھی"۔

آیئے ذرا ہم اس نبی رحمت کی اپنی امت کے لئے پرسوز دعاؤں اور رب کے حضور فریادوں کے تذکرے کوتازہ کریں تاکہ ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امت سے وارفتگی اور اس کی نجات وکامیابی کی بیقراری کا اندازہ ہوسکے جس جذبات محبّت کو دیکھ کر ہمارے گلشن ایمان میں باغ وبہار پیدا ہوجائے اور ہم حقوق مصطفی کی ادائیگی کے تئیں اپنی ذمّہ داریوں کو محسوس کرسکیں۔

ذرا اس نبی محترم کے جذبہ رحمت ومودّت ان لوگوں کے ساتھ دیکھیں جو ابھی آپ کے قافلہ اسلام میں شامل نہیں ہیں جنہیں آپ کی مصاحبت کا شرف حاصل نہیں ہے، ان کی فکر آپ کو کس قدر لاحق ہے، ان کی ہدایت کے لیے کتنے بیتاب ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ شدّت غم سے نڈھال ہوکر اپنی جان گنوا بیٹھیں گے۔ اللہ تعالی نے آپ کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا ''لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِيْنَ'' (شعراء :3-4) "شاید آپ اپنی جان ہلاک کرلیں گے اس غم میں کہ کفار ایمان نہیں لاتے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو ان کے سامنے آسمان سے ایک نشانی اُتار دیں پس ان کی گردنیں اس کے سامنے جھک جائیں"۔

''فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا'' (الکہف:6) "اگر کفار اس قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے تو شاید آپ ان کے پیچھے غم سے اپنی جان ہلاک کرلیں گے"۔

اور آپ پر ایمان لانے والے اور آپ کی اتباع کرنے والوں کے ساتھ آپ کی رحمت وکمال شفقت اور روز محشر شفاعت کے تذکرے سے قرآن وحدیث بھرے پڑے ہیں ''لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ'' (توبہ:128) "(مسلمانو!) تمہارے لیے تم ہی میں سے ایک رسول آئے ہیں جن پر ہر وہ بات شاق گزرتی ہے جس سے تمہیں تکلیف ہوتی ہے، تمہاری ہدایت کے بڑے خواہشمند ہیں۔ مومنوں کے لئے نہایت شفیق ومہربان ہیں"۔

ساقی کوثر اور شافع محشر کی اپنی اُمّت کے لئے رحمت کا نقشہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس فرمان میں کھینچا گیا ہے کہ میں روز محشر چلتا ہوا عرش الٰہی کے نیچے پہنچ کر رب ذوالجلال کے حضور سجدہ ریز ہوجاؤں گا پھر میں اللہ کی شان میں ایسی حمد وتوصیف کا باب کھولوں گا، جس کی مجھ سے قبل کسی کے ہاں مثال نہ ہوگی تب مجھ سے کہا جائے گا يا محمد ارفع رأسك سل تعطه واشفع فارفع رأسي فأقول أمتي يا رب أمتي يا رب فيقال يا محمد ادخل من أمتك من لا حساب عليهم من الباب الأيمن من أبواب الجنة (بخاری:4712) "اے محمّد! اپنا سر اٹھاء، جو مانگے گا تجھے دیا جائے گا اور جو سفارش کرے گا تیری سفارش قبول کی جائے گی، تب میں کہوں گا کہ یا رب! میری امت، یا رب! میری امت، تب کہا جائے گا کہ اپنی اُمّت میں سے ایسے لوگوں کو جنّت کے داہنے دروازے سے داخل کرلے، جن پر کوئی حساب نہ ہو۔ یہ لوگ جنّت کے دروازوں میں دیگر داخل ہونے والوں کے ساتھ شامل ہوجائیں گے"۔

رحمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ جھلک ہمیں یہ پیغام دیتی ہے اور ہمارے جذبات کو مہمیز لگاتی ہے کہ ہم اپنی عظیم ترین ہستی کا حق ادا کرنے کی ذمہ داری کو محسوس کریں اور اسے ادا کرنے میں کوشاں ہوجائیں تاکہ آپ کے حضور روز قیامت سرخرو ہوسکیں۔

1) ہم ان سے اس طرح محبت کریں جس طرح صحابہ کرام شمع رسالت کے پروانوں نے کیا اور محبت کا مفہوم سمجھا انہوں نے رسول کے باغی کو باغی سمجھا، یہ نہیں دیکھا کہ ہمارا باپ ہے یا بیٹا بھائی ہے یا بیٹی ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا شوہر کے انتقال وارتداد کے بعد سرزمین حبشہ میں تنہا رہ گئیں۔ رحمۃ للعالمین نے ان کی بیوگی، حالت زار، تنہائی ودکھ کو محسوس کیا اور نکاح کا پیغام بھیج دیا۔ شاہ نجاشی نے نکاح پڑھا دیا اور وہ مدینہ آگئیں۔ ابوسفیان جب مدینہ آئے، بیٹی سے ملنے گئے اور اس بستر پر بیٹھنا چاہا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرماتے ہیں۔ ام حبیبہ نے اسے فوراً الٹ دیا اور باپ سے کہا: آپ باپ ہیں لیکن کافر ومشرک نجس ہیں، آپ کے لیے اس کائنات کی سب سے مطہر ہستی کے بستر پر بیٹھنا جائز نہیں۔

صحابہ کرام یہ سوچتے تھے کہ جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیگر انبیاء کے ساتھ جنت کے بلند وبالا درجات میں ہوں گے تو ہمیں ان کا دیدار کیسے ہوگا اور ان کی مجلس میں شرکت کیسے ہوگی، ہم تو آج دنیا میں ان کے رخ انور کو دیکھ کر آپ کے شرف ہم کلامی سے اپنے دل بیتاب کو ٹھنڈا کر لیتے ہیں لیکن آخرت میں اس نعمت سے تو ہم محروم ہو جائیں گے، یہ تو ہمارے لئے ناقابل برداشت ہوگا۔ اللہ تعالی نے اپنے محبوب کے محبوب صحابہ کے دلوں میں مچلنے والے اس ارمان کو، بیتابی دل کو محسوس کرلیا، فوراجبریل سکون قلب کا پروانہ لے کر آگئے ''وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا'' (نساء:69)"اور جولوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے، وہ (جنّت میں) ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ اور یہ لوگ بڑے اچّھے ساتھی ہوں گے"۔

یہ صحابہ کرام زندگی کی آخری گھڑی میں بھی رسول کی محبت وعظمت پر قربان ہوتے تھے اور مسلمانوں کو ان پر زندگی قربان کردینے کا پیغام دیتے تھے۔ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ جو جنگ احد میں شریک ہوئے اور جام شہادت نوش کیا۔ اختتام جنگ پر رسول گرامی نے پوچھا ذرا دیکھو تو سعد کا کیا حال ہے؟ ایک صحابی نے دیکھا کہ وہ زندگی کی آخری سانس لے رہے ہیں کہا: مجھے حضور نے آپ کے احوال جاننے کے لئے بھیجا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا اسلام پہنچا دیں اور بتا دیں کہ بارہ کاری زخم لگے ہیں، اب زندگی کی امید نہیں ہے اور مسلمانوں تک میرا یہ پیغام پہنچا دیں کہ اگر ان کے جیتے جی، ان کی نگاہوں کے سامنے رسول گرامی کو کوئی تکلیف پہنچ گئی تو تم لوگ اللہ کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گے اور تمہارا کوئی عذر اللہ کے نزدیک مسموع نہیں ہوگا۔

2) رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم سے خالص محبت ہونے کے ساتھ ہم زندگی کے تمام شعبوں میں ان کی اطاعت کریں، اس کے بغیر محبت کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالی نے اپنی ذات سے محبت کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ بیان کیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جائے ''قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ'' (آل عمران:31)

اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہماری محبت حقیقی ہے یا مصنوعی، ہمارا ایمان کامل ہے یا ناقص اور ہماری یہ محبت بروز قیامت ہمیں کام آئے گی یا نہیں، اس کو جانچنے، پرکھنے کا ایک ہی معیار اور کسوٹی ہے کہ ہماری محبت اطاعت رسول کی شکل میں ہے یا نہیں؟ اس کے لئے ہم اپنے عمل سے فرامین نبویہ کے تقدّس پر اس طرح مہر تصدیق ثبت کردیں کہ " عمل بالحدیث" ہماری شان، پہچان اور عظمت کا نشان بن جائے اور جولوگ اہانت رسول کے ذریعے مسلمانوں کو اور دنیا والوں کو پیغام رسالت سے برگشتہ کرنا اور اسلام کو کمزور کرنا چاہتے ہیں، ان کے منصوبے خاک میں مل جائیں۔

3) آج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو انسانوں تک پہنچانے کی اشد ضرورت ہے اور اس نبیؐ سے دعوائے محبت کا یہ تقاضا ہے کہ سیرت رسول اور رحمت دو عالم کے فرمودات دنیا کے کونے کونے میں پھیلانے کا عزمِ مصمم کریں۔ حدیث پڑھنے اور سنت نبوی کو پھیلانے، دنیا کے سامنے نبی رحمت کا تعارف کرانے، ان کے صفات ستودہ اور اخلاق وسیرت کو اپنے قول وعمل سے پیش کرنے میں اپنی ساری توانائیاں لگا دیں۔ صرف مغربی ممالک تک نہیں بلکہ اپنے ان مسلمان بھائیوں تک بھی جن کو رسول گرامی کی سیرت وسنت، آداب ومعاشرت کا علم نہیں ہے۔ ہمارے رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کی صداقت کی سب سے بڑی نشانی اور سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے جسے اللہ تعالی نے آپ پر اتارا اور اسے ہرقسم کی تحریف وتغییر سے محفوظ رکھا۔ کاش دعاۃ اسلام اس کتاب عظیم کے معانی اور دلنشیں پیغامات امن کو دنیا کے سامنے پیش کرتے، پھر ان لوگوں کو منہ کی کھانی پڑتی جو اہانت رسول کے ذریعے ذات نبوی سے لوگوں کو بیزار کرنا چاہتے ہیں اور اسلام کے بڑھتے قافلے کو روکنے کی کوشش میں ہیں۔ ایسے ماحول میں آپ کی محبت سیرت اور پیغام رسول رحمت کی اشاعت ان کے مذموم ارادوں کو خاک میں ملادے گی۔ وما ذلك علی الله بعزيز

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی
نصابی کتابیں

چمن اسلام قاعدہ	30/-
چمن اسلام اول	24/-
چمن اسلام دوم	30/-
چمن اسلام سوم	30/-
چمن اسلام چہارم	34/-
چمن اسلام پنجم	40/-
چمن اسلام مکمل سیٹ	188/-

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر بوقت نکاح ورخصتی

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی، مئو

تمہید: کم عمری میں بلوغت، شادی اور رخصتی کے واقعات ونظائر قلیل الوقوع سہی لیکن عدیم الوقوع نہیں ہیں۔ اس کے نظائر عہد اول میں بھی ملتے ہیں اور عہد حاضر میں بھی ملتے ہیں:

☆مشہور صحابیٔ رسول عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما اپنے والد عمرو بن العاص سے گیارہ سال چھوٹے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ للذہبی: ۱/۴۲)

یعنی عمرو بن العاص کی شادی دس سال کی عمر میں ہوئی ہوگی، اور ان سے ان کے صاحبزادے عبداللہ شادی کے کوئی برس دن بعد پیدا ہوئے ہوں گے۔

☆مشہور ومعروف صحابی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک بیٹی ہندہ کی شادی اس کی نو سال کی عمر میں عبداللہ بن عامر بن کریز سے کرائی۔ (تاریخ دمشق: ۷/۱۸۸)

☆ معروف تابعی حضرت ہشام بن عروہ (متوفی ۱۴۵ھ) نے فاطمہ بنت منذر سے شادی کی، بوقت نکاح فاطمہ کی عمر نو سال تھی۔ (تاریخ بغداد: ۱/۲۲۲، الکامل لابن عدی: ۶/۱۰۳)

☆ تبع تابعی حسن بن صالح ہمدانی (متوفی ۱۶۹ھ) بیان کرتے ہیں کہ میری ایک پڑوسن اکیس برس کی عمر میں دادی ہوگئی تھی۔ (صحیح بخاری: كتاب الشهادات، باب بلوغ الصبيان وشهادتهم، فتح الباری: ۵/۲۷۷)

یعنی ماں بیٹے دونوں کا معاملہ یہ ہے کہ ان کے یہاں کم وبیش ان کی دس گیارہ برس کی عمر میں بچہ کی پیدائش ہوگئی تھی۔

☆ تبع تابعی عباد بن عباد مہلبی (متوفی ۱۷۹ھ) کا بیان ہے کہ ہمارے قبیلہ میں ایک خاتون اٹھارہ برس کی عمر میں نانی ہوگئی تھی، اس کے یہاں اس کی نو برس کی عمر میں ایک بچی پیدا ہوئی اور اس بیٹی کے یہاں بھی اس کی نو برس کی عمر میں ایک بچی پیدا ہوئی۔ اس طرح پہلی خاتون اٹھارہ برس کی عمر میں نانی ہوگئی۔ (سنن دارقطنی باسناد حسن، ص: ۴۲۵)

☆ امام شافعی (متوفی ۲۰۴ھ) بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک نانی کو دیکھا۔ ان کی عمر اکیس برس تھی، ان کی دس برس کی عمر میں ان کے یہاں ایک بچی پیدا ہوئی، پھر اس بچی کے یہاں بھی اس کی دس برس کی عمر میں ایک بچہ پیدا ہوا۔ (فتح الباری: ۵/۲۷۷)

☆ مشہور محدث ابو عاصم النبیل (متوفی ۲۱۲ھ) کا بیان ہے کہ میری والدہ ۱۱۰ھ میں پیدا ہوئیں۔ اور میں ۱۲۲ھ میں پیدا ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء: ۹/۴۸۳)

☆ امام عبداللہ بن صالح (متوفی ۲۲۲ھ) بیان کرتے ہیں کہ ان کے پڑوس ایک خاتون کو نو (۹) سال کی عمر میں حمل قرار پایا۔ مزید بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے ان کو بتایا کہ ان کی بیٹی دس (۱۰) سال کی عمر میں حاملہ ہوئی۔ (الکامل لابن عدی: ۴/۲۰۶)

عہد حاضر بھی اس قسم کی مثالوں سے خالی نہیں ہے۔ انٹرنیٹ پر گوگل کھولئے۔ آپ کو متعدد نظائر ملیں گے۔ سات سے دس سال تک کی ماؤں کے متعدد نام اور تفصیلات ملیں گی۔

☆ رامائن اور پرانوں کے مطابق رام جی کی عمر شادی کے وقت پندرہ برس اور سیتا جی کی عمر محض چھ برس تھی۔ (رامائن، ارنیہ کانڈ، سرگ: ۴۷، اشلوک: ۱۱، ۱۰، ۴)

(ماخوذ از کتاب: ''اسلام پر بے جا اعتراضات'' (۴۴۲) مولفہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی)

سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ فی کونه شئون ''يخلق ما يشاء ويختار'' اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ کائنات میں نشانیاں ہی نشانیاں ہیں، طرح طرح کی حیرت انگیز نشانیاں، اللہ پاک جو کچھ چاہتا ہے اور جیسا چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اس کی قدرت و حکمت کی کوئی حد نہیں'' فتبارك الله احسن الخالقين''۔

مختلف ممالک ومناطق کی آب وہوا اور روزمرہ استعمال کی غذائیں انسانی طبائع پر متنوع اثرات ڈالتی ہیں۔ جن سے انسانوں اور ان کے اجسام کی نشو ونما میں مختلف اثرات مرتب ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ عرب جیسے گرم وخشک علاقوں میں رہنے والوں کے اندر بسا اوقات کم سنی وکم عمری میں ان کی بلوغت کوئی امر ناممکن یا کوئی عجوبہ

نہیں، کوئی بہت عجیب وغریب بات نہیں، کہ اس کی بنا پر مستند طور پر ثابت تاریخی واقعات کا انکار کیا جائے اور اس کی بنا پر کسی پر خواہ مخواہ نقد واعتراض کیا جائے۔

اس پس منظر میں دیکھا جائے تو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بعمر چھ (۶) سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی اور بعمر نو (۹) سال رخصتی (جو صحیح احادیث اور مستند تاریخی روایات سے قطعی الثبوت ہے) کوئی بہت عجیب وغریب، اور عقل میں نہ آنے والی بات نہیں ہے، کیونکہ یہ تو عرب معاشرہ اور وہاں کے ماحول اور رسم ورواج اور عادات کے پیش نظر ایک معمولی اور معمول کی بات تھی، جس طرح تعدد ازدواج ایک معمول کی بات تھی، یہی وجہ ہے کہ نبی پاک ﷺ کے عہد کے مکہ ومدینہ کے آپ کے دشمنوں نے آپ کے بارے میں بہت کچھ کہا، آپ کو جادوگر کہا، کاہن کہا، وغیرہ وغیرہ، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عائشہ سے اس شادی سے متعلق کچھ نہیں کہا۔ کسی نے کہیں کوئی اعتراض نہیں کیا، کوئی طعنہ نہیں دیا۔

حالانکہ ان دشمنوں نے نبی پاک ﷺ کے اپنے متبنّیٰ (لے پالک) کی مطلقہ بیوی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے شادی کرنے پر سخت اعتراضات کئے۔ بڑا پروپیگنڈہ کیا۔ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کی کم عمری میں اس شادی پر کوئی اعتراض نہیں کیا کسی نے کہیں کوئی طعنہ نہیں دیا۔ معلوم ہوا کہ یہ ان کے ماحول میں، اس وقت کے معاشرہ عرب میں کوئی عیب نہیں تھا، کوئی تنفر وتوحش کی بات نہیں تھی۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کی عمر بوقت نکاح ورخصتی: اس بابت کتب احادیث اور کتب تاریخ وسیر کی مستند ترین روایات سے جمع وتطبیق کے بعد جو کچھ ثابت ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ۵ھ نبوی کے آخر میں پیدا ہوئیں۔ ماہ شوال ۱۱ھ نبوی میں یعنی ہجرت کے تقریبا تین برس (دوسال پانچ ماہ) پہلے نبی اکرم ﷺ سے آپ کا نکاح ہوا، اس وقت ان کی عمر چھ برس تھی۔ پھر ہجرت کے سات ماہ بعد شوال ۱ھ میں ان کی آنحضرت ﷺ کے یہاں رخصتی ہوئی، اس وقت ان کی عمر نو برس تھی، نیز آپ نو برس رسول اللہ ﷺ کی رفاقت میں رہیں اور آنحضرت کی وفات کے وقت آپ کی عمر اٹھارہ برس تھی۔

کتب حدیث صحیح بخاری، صحیح مسلم، مسند احمد، مستدرک حاکم میں مختلف طرق سے ایسا ہی مروی ہے اور مستند کتب تاریخ وتراجم طبقات ابن سعد، استیعاب لابن عبدالبر، اسد الغابہ لابن الأثیر، اصابہ لابن حجر وغیرہ میں بھی یہی منقول ومرقوم ہے۔

صحیح بخاری میں اس سے متعلق پانچ حدیثیں یا روایتیں ہیں، ذیل میں انہی سب کے ذکر پر اکتفاء کیا جاتا ہے:

۱- حضرت عائشہ صدیقہ خود بیان کرتی ہیں: ''تزوجني النبي ﷺ وانا بنت ست سنين...... وارسلتني اليه وانا يومئذ بنت تسع سنين ''۔ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے شادی کی اور میں چھ سال کی تھی......، میری والدہ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا، رخصت کیا، میں اس وقت نو برس کی تھی۔ باب تزويج النبي ﷺ عائشه وقدومها المدينة وبنائه بها، حدیث (۳۸۹۴)، فتح الباری: ۷/۲۲۳)

۲- حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ کے صاحبزادے اور حضرت عائشہ صدیقہ کے بھانجے حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم، کا بیان ہے کہ: ''نكح عائشة وهي بنت ست سنين ثم بنى بها وهي بنت تسع سنين '' (یعنی آنحضرت ﷺ نے عائشہ سے نکاح کیا، اور وہ چھ برس کی تھیں اور ان کی آپ کے یہاں رخصتی ہوئی تو وہ نو برس کی تھیں) باب سابق حدیث (۳۸۹۶)، فتح الباری: ۷/۲۲۴۔

۳- حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ: ''ان النبي ﷺ تزوجها وهي بنت ست سنين وادخلت عليه وهي بنت تسع سنين، ومكثت عنده تسعا '' (نبی ﷺ نے ان سے شادی کی تو وہ چھ سال کی تھیں، اور وہ آپ کے یہاں داخل کی گئیں، آپ کے یہاں ان کی رخصتی ہوئی تو وہ نو سال کی تھیں، اور وہ آپ کی رفاقت میں نو سال رہیں)۔ باب النكاح الرجل ولده الصغار، حدیث (۵۱۳۳)، فتح الباری: ۹/۱۹۰۔

۴- حضرت عائشہ صدیقہؓ کا خود کا بیان ہے کہ: ان النبي صلى الله عليه وسلم تزوجها وهي بنت ست سنين، وبنى بها وهي بنت تسع سنين '' (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شادی کی تو وہ چھ برس کی تھیں، اور وہ آپ ﷺ کے پاس رخصت ہو کر گئیں تو وہ نو برس کی تھیں)۔ باب تزويج الأب بنته من الامام، حدیث (۵۱۳۴)، فتح الباری: ۹/۱۹۔

۵- حضرت عروہ بن الزبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ: تزوج النبي صلى الله عليه وسلم عائشة وهي بنت ست سنين، وبنى بها وهي بنت تسع سنين، ومكثت عنده تسعا ''۔ (نبی ﷺ نے حضرت عائشہ سے شادی کی تو وہ چھ سال کی تھیں، اور آپ کے یہاں ان کی رخصتی ہوئی تو وہ نو برس کی تھیں۔ اور وہ آپ کی رفاقت میں نو سال رہیں)۔ باب من بنى بامرأة وهي بنت تسع سنين ''۔ حدیث (۵۱۵۸)۔ فتح الباری: ۹/۲۲۴۔

صحیح مسلم میں اس سلسلہ کی چار روایتیں ہیں، ان سب کا خلاصہ مضمون وہی ہے جو صحیح بخاری کی مذکورہ بالا حدیثوں کا ہے۔ ملاحظہ ہو، احادیث: ۱۴۲۲-۱۴۳۵۔

اسی طرح یہ حدیثیں مسند احمد، مستدرک حاکم میں بھی مروی ہیں اور اسی طرح یہ واقعہ مستند کتب سیر وتراجم میں بھی مسطور ومرقوم ہے۔

حدیث وسیر کی تمام کتابوں میں یہی مروی ہے، یہی بیان ہوا ہے کہ خود حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میرا نکاح چھ برس کی عمر میں اور میری رخصتی نو برس کی عمر میں ہوئی۔

آٹھویں صدی ہجری کے محدث اور ''مشکوۃ المصابیح'' کے مولف امام ولی الدین خطیب تبریزی رحمہ اللہ نے مشکوۃ پڑھنے پڑھانے والوں کی سہولت کے لیے مشکوۃ میں آمدہ صحابہ وصحابیات اور تابعین وغیرہ کے مختصر تعارف وترجمہ پر مشتمل ایک رسالہ بھی لکھا ہے۔ ''الاکمال فی اسماء الرجال'' جو مشکوۃ کے آخر میں ملحق ہے، اس رسالہ میں انہوں نے بھی حضرت عائشہ صدیقہ کے ترجمہ وتعارف میں تقریبا وہی کچھ لکھا ہے جو احادیث وسیر کی کتابوں میں مروی اور مرقوم ہے۔ ملاحظہ ہو:

''ام المومنین عائشة الصدیقة ...... خطبها النبی صلی الله علیهوسلم وتزوجها بمکة فی شوال سنة عشرة من النبوة وقبل الهجرة بثلث سنین...... وأعرس بها بالمدینة فی شوال اثنتین من الهجرة ...... ولها تسع سنین ...... وبقیت معه تسع سنین، ومات عنها ولها ثمان عشرة سنة''۔ (اس عبارت کا خلاصہ ومطلب یہ ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی ﷺ نے مکہ میں ۱۰ھ نبوی میں ہجرت سے تین سال پہلے شادی کی...... اور ۲ھ ماہ شوال میں مدینہ میں حضرت عائشہ کی آپ کے یہاں رخصتی ہوئی...... اس وقت ان کی عمر نو سال تھی...... وہ آنحضرت ﷺ کی رفاقت میں نو سال رہیں...... اور آپ ﷺ کی وفات ہوئی تو حضرت عائشہ صدیقہ کی عمر اٹھارہ سال تھی)

بہر حال یہ قطعی الثبوت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر ان کی رخصتی کے وقت نو برس تھی، اس کے برخلاف حدیث وسیر کی کتابوں سے کچھ ثابت نہیں ہے۔ اور یہ کہ رخصتی کے وقت ان کی عمر اس سے زیادہ بارہ یا پندرہ سولہ برس تھی اس بارے میں حدیث وتاریخ کی کتابوں میں ایک حرف وارد نہیں ہے۔

تنبیہ: جب یہ ثابت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی عمر ۱ھ یا ۲ھ میں نو برس تھی، تو صحیح یہ ہے کہ ان سے بڑی بہن حضرت اسماء بنت ابوبکر الصدیق، ان سے کوئی اٹھارہ برس بڑی تھیں، کیوں کہ جیسا کہ خود خطیب تبریزی نے اپنے رسالہ اکمال ہی میں حضرت اسماءؓ کی سوانح میں یہ تصریح کی ہے کہ ان کی وفات مکہ میں ۷۳ھ میں ہوئی، اس وقت ان کی عمر سو سال تھی، تو قطعی ہے کہ حضرت اسماء کی عمر ۱ھ یا ۲ھ میں چھبیس / ستائیس برس تھی، جب کہ اس وقت عائشہ صدیقہ کی عمر نو برس تھی تو ثابت ہے کہ حضرت اسماء، حضرت عائشہ صدیقہ سے کوئی اٹھارہ برس بڑی تھیں۔

لہٰذا خطیب تبریزی کا اپنے رسالہ اکمال میں حضرت اسماء کے ترجمہ میں یہ لکھنا کہ وہ عائشہ صدیقہ سے دس سال بڑی تھیں ''وهی اکبر من اختها عائشة بعشر سنین'' قطعا غلط ہے۔ یہ امام تبریزی کا یا تو سہو قلم ہے۔ یا یہ ان کا وہم اور تسامح ہے۔ بالخصوص جبکہ حدیث وسیر کی کسی کتاب میں ایسا کچھ مروی اور مرقوم نہیں ہے۔ متقدمین مورخین اور ترجمہ نگاروں میں سے کسی نے ایسا کچھ نہیں لکھا ہے۔ پھر بعض متجددین کا امام خطیب کے اس وہم وتسامح کو بنیاد بنا کر یہ دعویٰ کرنا کہ حضرت عائشہ صدیقہ کی عمر بوقت رخصتی پندرہ سولہ برس تھی، ظاہر ہے کہ بناء فاسد علی الفاسد، اور غلط در غلط ہے۔ یہ کسی درجہ میں لائق اعتناء اور قابل ذکر نہیں ہے۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی کم عمری میں شادی ورخصتی کے مذکورہ بالا صریحی وقطعی دلائل کے علاوہ اس کے اور بھی بہت سے قرائن وشواہد ہیں۔ اس مبحث کی مالہ وماعلیہ تفصیلی واقفیت کے لیے مطالعہ فرمائیں۔ مورخ اسلام مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ کا مفصل مضمون ''حضرت عائشہ کی عمر بوقت نکاح ورخصتی'' مطبوعہ ماہنامہ معارف، شمارہ ماہ جولائی ۱۹۲۸ء وشمارہ ماہ جنوری ۱۹۲۹ء۔ (۲۵/۷/۲۰۲۲) یہ مضمون انٹرنیٹ پر بھی موجود ہے۔

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی تازہ پیشکش

نکاح نامہ رجسٹر

☆ کتاب وسنت کی روشنی میں تیار شدہ

☆ مارکیٹ میں دستیاب تمام نکاح ناموں سے منفرد۔

☆ نکاح سے متعلق بنیادی احکام ومسائل سے آراستہ

☆ نہایت دیدہ زیب اور آرٹ پیپر پر طباعت

☆ ہر مسجد ومدرسہ کی بڑی ضرورت۔

اوراق: 150 قیمت: Rs.200/-Net

تعمیر ملک وملت میں اہل علم کا کردار

ڈاکٹر عبدالقیوم سلفی صاحب قطر

ملک وملت کی تعمیر میں ہمیشہ اہل علم کا نہایت مؤثر اور قائدانہ کردار رہا ہے۔اسی لئے انبیائے کرام کے بعد اللہ تعالی نے اس جماعت کو اس دنیا میں عالی مرتبت ہونے کا شرف عطا کیا ہے اور ان کے عالی مرتبت ہونے کی اجمالی وجہ ان کا علم وفضل، منہج اور ایمان وعمل ہے۔

فضل سے مراد: وحی الٰہی یعنی کتاب وسنت اور آثار سلف کا علم ہے۔

اور فضل سے مراد: علم وبصیرت پر مبنی ان کا ایمان وعمل اور خشیت الٰہی ہے۔

اور منہج سے مراد: ایمان وعمل میں انبیاء کرام علیہم السلام کی عموماً اور نبی کریم محمد ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین کی خصوصاً حسن اتباع ہے۔

مذکورہ علمی حقائق کے براہین وثبوت کو جاننے کے لئے درج ذیل نصوص شریعت پر غور کریں۔

اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (المجادلۃ:۱۱)

یعنی اللہ تعالی تم میں سے ان لوگوں کے درجات بلند کرتا ہے جو اہل ایمان ہونے کے ساتھ علم بھی عطا کئے گئے ہوں۔

اور فرمایا: اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ (فاطر:۲۸)

یعنی اللہ کے بندوں میں علماء ہی کماحقہ اللہ سے ڈرتے ہیں۔ بیشک اللہ تعالی غالب ہونے کے ساتھ گناہوں کو بہت زیادہ معاف کرنے والا ہے۔

اور فرمایا: وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (سورۃ التوبہ:۱۰۰)

اور اسلام کی طرف پہلے سبقت کرنے والے مہاجرین اور انصار اور وہ لوگ جنھوں نے ان کی بھلے طریقے سے اتباع کی ان سب سے اللہ تعالی راضی ہوا اور وہ لوگ بھی اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ تعالی نے ان کے لئے ایسی جنتیں بنائی ہیں جن کے نیچے ندیاں بہتی ہیں۔ ان جنتوں میں وہ لوگ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ یہی تو بڑی کامیابی ہے۔

اور فرمایا: فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (سورہ البقرہ:۱۳۷)

پھر اگر دیگر لوگ اسی طرح ایمان لائے جس طرح تم سب (یعنی صحابۂ کرام) ایمان لائے ہو تبھی وہ لوگ ہدایت یاب ہوں گے اور اگر تمہاری طرح ایمان سے منہ موڑا پھر تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ لوگ الگ ہو کر اختلاف میں پڑ جائیں گے۔ اس وقت اللہ تعالی ان کی طرف سے آپ کے لئے کافی ہوگا اور وہی خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔

امت کی قیادت علماء کے ہاتھوں میں ہونی چاہیے: ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: العلماء ورثة الأنبياء وان الانبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما انما ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر.... (رواہ ابوداؤد)

یعنی علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیائے کرام نے کسی کو دینار ودرہم کا وارث نہیں بنایا ہے، بلکہ انھوں نے تو صرف علم کی وراثت دی ہے۔ پھر جس نے اس علمی وراثت کو حاصل کر لیا اس نے بڑا نصیب حاصل کر لیا۔

اور قرآن کریم میں اللہ تعالی نے حکم دیا ہے کہ اسلامی معاشرہ میں سب تو نہیں مگر ایک ایسی جماعت ضرور ہونی چاہیے جو انبیاء کرام کی اس علمی وراثت کو حاصل کرنے کے لئے نکلے اور اس قدر علم حاصل کرے جس سے کہ اس کے اندر دینی بصیرت پیدا ہو جائے۔ پھر انبیاء کے وارث کی حیثیت سے معاشرہ کی دینی قیادت کی ذمہ داریوں کو نبھاتی رہے، فرمایا: وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (سورۃ التوبۃ:۱۲۲)

یعنی مومنوں کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ سب کے سب (دینی تعلیم کے حصول کے لئے) نکل جائیں البتہ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ ہر معاشرہ سے چند لوگوں پر مشتمل ایک گروہ نکلے تاکہ وہ دین میں فہم وبصیرت حاصل کرے اور جب اپنی قوم میں واپس جائے تو ان کو اللہ تعالی کی نافرمانی سے ڈرائے اس طرح سے لوگ اللہ تعالی کی نافرمانی سے بچتے رہیں گے۔

دوسری جگہ اس اہم ذمہ داری کو واجب قرار دیتے ہوئے فرمایا:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (سورۃ آل عمران:۱۰۴)

یعنی تم میں ایک گروہ ایسا ضرور ہونا چاہیے جو لوگوں کو خیر کی طرف بلاتا رہے اور بھلائی کا حکم دیتا رہے اور برائی سے روکتا رہے اور جو ایسا کریں گے وہی کامیاب ہوں گے۔

علم اور طلب علم کی فضیلت: حصول علم کی راہ میں جدوجہد کرنا اور اس کے لئے سفر کرنا انتہائی قابل قدر عمل ہے۔ چنانچہ طالب علم کی فضیلت میں ایک واقعہ اور اس کے ضمن میں ایک لمبی حدیث وارد ہے۔ ایک تابعی جن کا نام کثیر بن قیس یا قیس بن کثیر ہے، واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

كنت جالسا عند ابی الدرداء فی مسجد دمشق فاتاه رجل فقال يا ابا الدرداء اتيتك من المدينة مدينة رسول الله صلى الله عليه وسلم لحديث بلغنی انك تحدث به عن النبی صلى الله عليه وسلم قال فما جاء بك تجارة؟ قال: لا قال: ولا جاء بك غيره؟ قال: لا قال فانی سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من سلك طريقا يلتمس فيه علما سهل الله له طريقا الى الجنة وان الملائكة لتضع اجنحتها رضا لطالب العلم وان طالب العلم يستغفر له من فی السماء والارض حتى الحيتان فی الماء وان فضل العالم على العابد كفضل القمر على سائر الكواكب وان العلماء هم ورثة الانبياء ان الانبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما انما ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر (رواه ابوداؤد وصححه الالبانی)

یعنی میں ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق کی مسجد میں بیٹھا تھا۔ اتنے میں ایک آدمی ان کے پاس آیا اور بولا: اے ابوالدرداء! میں آپ کے پاس مدینہ سے یعنی اللہ کے رسول ﷺ کے شہر سے ایک ایسی حدیث کے لئے آیا ہوں جس کے متعلق مجھے پتا چلا کہ آپ اس حدیث کو نبی کریم سے بیان کرتے ہیں۔

ابوالدرداء نے اس آدمی سے پوچھا تم کسی تجارتی غرض سے تو نہیں آئے ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ پھر انھوں نے پوچھا اس کے علاوہ کوئی اور غرض تو نہیں ہے؟ تو اس نے کہا: نہیں۔

اس کے بعد ابوالدرداء نے کہا: بیشک میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص کسی ایسی راہ پر چلا جس میں وہ علم کی تلاش میں رہا ہو تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے جنت کی راہ ہموار کر دیتا ہے اور فرشتے طالب علم کی خوشنودی کے لئے اپنا پر بچھاتے ہیں۔ اور طالب علم کے لئے آسمان وزمین کی تمام مخلوقات مغفرت کی دعائیں کرتی رہتی ہیں یہاں تک کہ مچھلیاں بھی پانی میں اس کے لئے دعائے مغفرت کرتی ہیں اور بیشک عالم کی جو فضیلت عبادت گزار بندے پر ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے۔ بیشک علمائے کرام انبیائے عظام علیہم السلام کے وارث ہیں اور انبیائے کرام نے تو دینار و درہم کی وراثت نہیں چھوڑی بلکہ انھوں نے تو صرف علم کی وراثت چھوڑی ہے پھر جس نے اس علمی وراثت کو حاصل کیا اس نے بڑا نصیب حاصل کر لیا۔

اس حدیث کو ہر طالب اور تعلیم وتربیت کے میدان کام کرنے والوں کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے اور اس کے مضمرات پر غور وفکر کرتے رہنا چاہیے۔ کیونکہ مذکورہ واقعہ اور اس واقعہ کے ضمن میں وارد حدیث اہل علم کی فضیلت اور ان کے مقام ورتبے کو بیان کرنے کے ساتھ ان کے لئے ہمت افزائی کے بہت سے امور پر مشتمل ہے۔

ایک اور لمبی حدیث میں علم وہدایت کو انسانی زندگی کے لئے نفع بخش بارش سے تشبیہ دی گئی ہے۔ درج ذیل حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عن أبی موسى الأشعری رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ان مثل ما بعثنی الله به من الهدى والعلم كمثل غيث أصاب ارضا فكان منها طائفة طيبة قبلت الماء وأنبتت الكلأ والعشب الكثير وكان منها أجادب أمسكت الماء فنفع الله بها الناس فشربوا منها وسقوا وزرعوا وأصاب طائفة أخرى منها انما هی قيعان لاتمسك ماء ولا تنبت كلأ فذلك مثل من فقه فی دين الله ونفعه ما بعثنی الله فعلم وعلم ومثل من لم يرفع بذلك رأسا ولم يقبل هدى الله الذی أرسلت به (رواہ البخاری ومسلم)

یعنی ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے جس علم وہدایت کے ساتھ بھیجا ہے اس کی مثال اس نفع بخش بارش جیسی ہے جو کسی ایسی زمین پر ہوئی جس کا ایک ٹکڑا بہت عمدہ تھا چنانچہ اس نے پانی قبول کر لیا اور بہت سارے پودے اور گھاس اگائے اور اس کا ایک ٹکڑا کچھ اس قدر گہرا تھا کہ جس نے پانی کو اپنے اندر روک لیا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ لوگوں کو نفع پہنچایا چنانچہ لوگوں نے اس سے خود پیا اور دوسروں کو بھی پلایا اور اسی سے اپنی کھیتیاں بھی کیں۔ اور اس زمین کے ایک اور حصے پر بارش کا پانی اترا جو اس قدر شور یعنی زرخیزی سے اتنا محروم تھا کہ اس نے نہ تو پانی کو روکا نہ ہی کوئی پودا اگایا۔ (آگے آپ نے فرمایا) یہ مثال ہے اس شخص کی جس کو اللہ کے دین میں فہم وبصیرت ملی ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اس علم سے فائدہ پہنچایا ہو جسے دے کر اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی کی حیثیت سے بھیجا ہے اس طرح سے اس نے علم کو سیکھا اور دوسروں کو سکھایا۔ اور اسی میں اس شخص کی بھی مثال ہے جس نے اس علم کی طرف کوئی توجہ نہ دی ہو اور نہ تو اللہ

تعالیٰ کی اس ہدایت کو قبول کیا ہو جسے دے کر اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول کی حیثیت سے بھیجا ہے۔

اس حدیث میں زمین کے پہلے ٹکڑے سے جن کی تشبیہ دی گئی ہے اس سے مراد علماء کرام کی وہ جماعت ہے جو اپنی علمی قابلیت میں اجتہاد و استنباط کے مقام پر ہوتے ہیں۔

اور زمین کے دوسرے ٹکڑے سے جن اہل علم کی تشبیہ دی گئی ہے اس سے مراد نصوص شریعت کے حفاظ کرام ہیں جن میں احادیث و آثار کے رواۃ بھی آتے ہیں اور ائمہ دین کے وہ شاگرد بھی اسی گروہ میں آتے ہیں جنھوں نے اپنے اساتذہ کی علمی خدمات کو قید تحریر میں لاکر یا اپنی یادداشت میں محفوظ کر کے دوسروں تک پہنچاتے رہے ہیں۔اس میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو قرآن وحدیث کی قدر و منزلت کو جانتے ہوئے ان پر عمل کرتے ہیں اور اہل علم کا احترام کرتے ہوئے اپنے دینی مسائل میں ان سے رجوع کرتے ہیں۔

اور زمین کے تیسرے ٹکڑے سے ان لوگوں کی تشبیہ مقصود ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علمی ورثہ کو کسی طرح سے بھی اہمیت نہیں دیتے ہیں اور اہل علم سے دور رہ کر خواہشات نفسانی کے پابند ہوں یا جن کو شرک و بدعت اور کفر کی راہوں میں پڑ کر کتاب وسنت سے نفرت پیدا ہوگئی ہو جو کہ ایک سچے مسلمان کا موقف نہیں ہو سکتا ہے۔

اهل علم کی ایک اهم امتیازی شان: اللہ تبارک وتعالی نے اہل علم کو ایک ایسی امتیازی شان عطا کی ہے جو عام لوگوں کو نصیب نہیں ہے۔وہ یہ ہے کہ ان کی علمی کوششیں خواہ تقریری ہوں یا تحریری ہر حال میں ان کے لئے زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی سعادت کا سبب ہوتی ہیں بشرطیکہ وہ کتاب وسنت کی روشنی میں ہوں۔

چنانچہ اگر اس کی کوشش سے کسی کو ہدایت مل جائے تو اس ہدایت یافتہ شخص کو اس کے نیک عمل پر جواب ملے گا اس کے مثل اس شخص کو بھی ثواب ملتا رہے گا جس کی کوشش سے اس کو ہدایت ملی ہوگی۔جیسا کہ ایک حدیث میں نبی کریم کا ارشاد ہے:

من دعا الی هدی کان له من الاجر مثل اجور من تبعه لا ینقص ذلک من اجورهم شیئا (رواہ مسلم)

یعنی جس شخص نے لوگوں کو ہدایت کی طرف بلایا تو اس کو بھی ان لوگوں کے مثل اجر وثواب ملے گا جو اس کی دعوت کے مطابق اس کی اتباع کرتے رہے۔ان کے اجر وثواب میں کسی طرح کی کمی کے بغیر۔

اور اگر کوئی ایسی مفید علمی خدمت کر کے اس دنیا سے چلا گیا جس سے لوگوں کو فائدہ مل رہا ہو تو اس کے مرنے کے بعد بھی اس کو اجر وثواب ملتا رہے گا۔درج ذیل حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا مات ابن آدم انقطع عنه عمله الا من ثلاث صدقة جاریة او علم ینتفع به او ولد صالح یدعو له (رواہ مسلم)

یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے لیکن تین چیزیں ایسی ہیں جن کے ثواب کا سلسلہ مرنے کے بعد بھی باقی رہتا ہے۔(۱) صدقۂ جاریہ (۲) یا ایسا علم جس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہو (۳) یا ایسی نیک اولاد جو اس کے لئے دعائے خیر کرتی ہو۔

اہل علم کے فضائل میں دیگر بہت سے امور قابل ذکر ہیں جن کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے۔قصہ مختصر یہ ہے کہ اہل علم اور غیر اہل علم دونوں اپنے مقام اور رتبے میں برابر نہیں ہیں۔بلکہ دونوں کے مقام میں بہت بڑا فرق ہے۔ایک وارث رسول ہے تو دوسرا اسی وارث کا تابعدار ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (سورۃ الزمر:۹)

یعنی: (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کیا وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے ہیں برابر ہیں؟ یعنی برابر نہیں ہیں۔

ایک کو اس کے علم و فضل کی وجہ سے اہل ذکر کے ٹائٹل سے نواز کر مسؤول بنایا گیا تو دوسرے کو علم سے محرومی کی وجہ اسی کے در کا سوالی بنا دیا گیا۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورۃ الأنبیاء:۷)

یعنی آپ سے پہلے ہم نے صرف مردوں کو ہی رسول بنا کر بھیجا ہے جن کی طرف ہم وحی کرتے رہے ہیں لہٰذا تم اہل علم سے پوچھو اگر نہیں جانتے ہو۔

یعنی دینی قیادت اہل علم کے ہاتھوں میں دی گئی ہے۔اس لئے امت مسلمہ کو ان کی قیادت کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے دینی مسائل میں ان سے ہی رجوع کرنا چاہیے اپنی من مانی سے کوئی دینی کام نہیں کرنا اور نہ ہی اپنی مرضی سے کوئی دینی کام چھوڑنا چاہیے۔

اور اہل علم کی ذمہ داری ہے کہ پوری امانت داری سے کتاب وسنت اور منہج سلف کی روشنی میں امت کی قیادت کی ذمہ داری کو نبھائیں اور کتمان علم یا بدعملی سے باز رہیں تا کہ قوم کے لئے اپنے علم و فضل سے بہترین اسوہ اور نمونہ بن سکیں۔واللہ ولی التوفیق۔

☆☆☆

پُرامن بقائے باہم اور رواداری کی اسلامی تعلیمات

مولانا عزیز احمد مدنی
استاذ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ

یہ بات مسلم ہے کہ حق وباطل کے مابین کشمکش اول سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ اہل حق کو اہل باطل کی حقارت، تصرف، مخالفت واذیت کا سامنا کرنا ہوگا، اس کے لئے ان میں ایمانی قوت دین پر استقامت کے ساتھ صبر وعزیمت، حکمت وتدبیر اور ہمت وپامردی سے کام لینا ہوگا۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

مذہب اسلام ایک آفاقی امن وسلامتی کا مذہب ہے۔ اس کی تعلیمات انسانیت کی فلاح وبہبود اور امن عالم کا ضامن ہیں، اس کا آئین ودستور الٰہی وآسمانی دستور ہے جو بندوں کے مصالح اور خلقت کی منفعت سے بھرپور ہے۔ اس میں شر وفساد، تشدد وانتہا پسندی کی گنجائش نہیں ہے۔ اس حقیقت کا اعتراف تمام ادیان وملل کے ہوش مند، سلیم الطبع اور صحیح فکر ونظر کے حاصل افراد کرتے ہیں، جنھوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام کو صدق دل سے اسلام کے صحیح مصادر اور اس کے اصل مآخذ سے جاننے کی کوشش کی۔

ان تمام محاسن اور خوبیوں کے باوجود اسلام ومسلمان اور پیغمبر اسلام کو رہ رہ کے نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اسلام ومسلمانوں کے تئیں منفی پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے۔ نفرت کا ماحول پیدا کیا جاتا ہے۔ پیغمبر اسلام کی شان میں نعوذ باللہ گستاخی اور ان کی ہجو کی جاتی ہے۔ نازیبا کلمات اور تبصروں سے اہل اسلام کی دل آزاری کی جاتی ہے۔ ذلت سے بھرپور حقارت آمیز کلمات سے مسلمانوں کی غیرت کو للکارا جاتا ہے۔ پرامن ماحول کو پراگندہ کرنے کی کوشش ہوتی ہے۔ اور انھیں خفت آمیز رسوائی کا احساس دلایا جاتا ہے۔ دہشت گردی، انتہا پسندی، تشدد وتطرف جیسے معائب اور لعنت کو مسلمانوں اور اسلام کے سر منڈھ دیا جاتا ہے جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

انتہا پسندی اور دہشت گردی یہ ایک عالمی مسئلہ ہے جس سے دنیا کا ہر ملک اور خطہ دوچار ہے جس کے الگ الگ وجوہات واسباب ہوسکتے ہیں، اسی طرح یہ مہلک مرض ہر ملک، قوم اور ہر طبقہ کے افراد میں پایا جاتا ہے۔ اسے اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ خصوصیت کے ساتھ لاحق کرکے دیکھنا اور سمجھنا بہت بڑی ناانصافی ہے۔ یہ اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کی سوچی سمجھی عالمی سازش کے سوا کچھ بھی نہیں۔

ہمارا ملک ہندوستان ایک ایسا ملک ہے۔ جہاں مختلف مذاہب وادیان اور مختلف عقیدہ، فکر ونظر کے حامل لوگ، مختلف ثقافت وتہذیب اور مختلف زبان بولنے والے لوگ بستے ہیں، باہمی ارتباط، آہم آہنگی، بھائی چارہ اس ملک کی قدیم وراثت رہی ہے۔ بلاتفریق مذہب وملت سب ایک دوسرے کے ساتھ باہم مل کر امن وامان کے ساتھ رہتے رہے ہیں۔ سب اپنے دین ومذہب پر قائم رہ کر یکجہتی کا مظاہرہ کرتے رہے ہیں اور اپنے آپ کو ہندوستانی کہلانے پر فخر محسوس کرتے رہے ہیں۔ علامہ اقبال کا یہ نغمہ ہم آج بھی گنگناتے ہیں۔

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہیں ہندوستاں ہمارا

اس ملک کا رشتہ اسلام اور اہل اسلام سے بڑا پرانا ہے۔ پہلی صدی ہجری میں اسلام کی روشنی اس دیار میں پہنچی اور پھر رفتہ رفتہ اس کی قندیلیں روشن ہوتی رہیں، اور شمع اسلام کے پروانے اس کے گرد جمع ہوتے رہے۔ متبعین اسلام نے ملک کے باسیوں کو ان کے حقوق دیے۔ عورتوں کی عفت وعصمت کی حفاظت کی، زندگی گذارنے کا طریقہ سکھایا، مسلم سلاطین نے صدیوں اس ملک میں حکمرانی کی، اسے اپنا وطن سمجھا اور حکومت وسیاست، علم وفن، صنعت وحرفت، زراعت وتجارت، تہذیب ومعاشرت ہر حیثیت سے اس کو ترقی دے کر صحیح معنوں میں ہندوستان کو جنت نشان بنایا۔ بقول شبلی نعمانی: ''گو مفتوح قوم اسے احسان نہ مانے لیکن در ودیوار سے شکر گذاری کی صدائیں آتی ہیں: (اسلامی حکومت اور ہندوستان میں اس کا تمدنی اثر ص۲)

مگر بڑے کرب اور افسوس کی بات ہے کہ اب اس ملک کی ہم آہنگی، بھائی چارہ اور میل ملاپ کی وہ قدیم روایت اور وراثت ختم ہوتی محسوس ہو رہی ہے۔ یہ ملک بھی اب اکثریت اور اقلیت کے بھنور میں پھنس گیا، ملک کا ایک طبقہ ماضی کی مسلم حکومت کو اپنے لئے عار سمجھ کر موجودہ مسلمانوں سے اپنی خفت کا انتقام لینے کے درپے ہے اور اپنی قوت کے زعم میں اقلیت کے حقوق پر درپردہ قدغن لگانے کی فراق میں ہے۔

ان تمام پیچیدہ حالات کے باوجود پوری دنیا کا مسلمان اپنے اسلامی وصف صبر وتحمل کا مظاہرہ کرتا ہے اور ملک کے مفاد میں ہمیشہ سوچتا رہتا ہے۔ ملک سے وفاداری کا عہد کرتا ہے اور پرامن انداز میں آئینی طور پر اپنے حقوق کا مطالبہ کرتا ہے۔ لیکن اس عہد وفاداری کے باوجود ملک میں نقض امن، انتشار وبدامنی، انتہا پسندی، دہشت گردی، ملک سے بے وفائی وغداری اور سلمیت میں رخنہ ڈالنے اور نقصان پہنچانے وغیرہ جیسے خبیث اتہامات اور اعمال بد اسی قوم اور فرد کے سر منڈھ دیا جاتا ہے۔

کسی بھی ملک کا استحکام ملک کے حکمرانوں میں ملک کے تئیں وفاداری، خلوص اور رعایا پروری کے جذبہ کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتا۔ حکمرانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ملک اور رعایا کے مفاد کو پیش نظر رکھیں اور ملک کو ترقی کی راہ پر لے کر چلیں اور ملک میں قیام امن وامان کی ہرممکن کوشش کریں، عدل وانصاف سے کام لیں۔ اس کے بغیر خوشحالی وترقی اور امن وامان کا تصور ممکن نہیں۔

بقائے باہم اور رواداری کی اساس: جیسا کہ گذر چکا کہ ہمارا ملک ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جس میں مختلف عقیدہ وفکر کے حامل اور مختلف ادیان وملل کے لوگ آباد ہیں۔ ایسے مشترک ماحول میں پرامن معاشرہ کی تشکیل کیسے ہو؟ قومی یکجہتی کو فروغ کیسے حاصل ہو؟ یہ اہم نکتہ ہے۔ بالخصوص عصر حاضر میں جبکہ مذہب اسلام پر آج پوری دنیا کی نگاہیں ٹیڑھی اور ترچھی ہیں اور زبانیں تلوار کی دھار سے تیز ہیں۔ ایسے ماحول میں جب ہم احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ ؐ کی سیرت طیبہ، اسلامی تاریخ اور خلفاء راشدین کے عہد زریں کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی شریعت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان پرامن معاشرہ کی تشکیل کن اصولوں پر کی اور اسلامی اسٹیٹ کے زیرنگیں ذمیوں، غیر مسلموں کے ساتھ اسلام نے کس رواداری کا سلوک اور اس کا مظاہرہ کیا۔

یوں تو غیر مسلموں کے ساتھ رواداری کی مثالیں اور واقعات اسلامی تواریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔ یہاں بطور نمونہ ایک جھلک پیش کی جاتی ہے جس سے واضح ہوسکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مخلوط آبادی میں پرامن معاشرہ کی تشکیل کن اصولوں پر فرمائی جو ہمارے لئے باعث عبرت ونمونہ ہوسکے۔

۱۔ مواطنت: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لائے، وہاں کی آبادی مخلوط تھی۔ وہاں مختلف خیال وفکر اور دین وعقیدہ کے لوگوں کا سامنا تھا مختلف قبائل آباد تھے، مختلف پیشہ کے لوگ تھے۔ قریش کے مہاجرین، اوس وخزرج کے مسلمان بھی تھے۔ مزید یہود کے تین قبیلے بنوقینقاع، بنونضیر اور بنوقریظہ کے لوگ تھے۔ اہل یثرب کے آباد کردہ اعراب اور غلام وموالی بھی موجود تھے۔ موجودہ اصطلاح کے مطابق مخلوط معاشرہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شہر مدینہ میں امن وسلامتی کا ماحول قائم کیا، عفو ودرگزر سے کام لیا، مدینہ منورہ میں موجود تمام مذاہب ومسالک کے ماننے والوں کے درمیان عدل وانصاف، باہمی تعاون اور ہم آہنگی پر زور دیا اور ایک تحریری دستور قلم بند کیا جو تاریخ میں میثاق مدینہ سے مشہور ہے۔

بلاشبہ انسان جہاں پیدا ہوتا ہے، سکونت اختیار کرتا ہے پلتا بڑھتا جوان ہوتا ہے۔ اس وطن اور اس کی خاک سے محبت ایک فطری امر ہے۔ دنیا کے ہر خطے کے انسان کو اپنے وطن سے دلی لگاؤ ہوتا ہے۔ قلبی محبت ہوتی ہے، وہ اس کی ترقی، آن بان شان کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہے۔ اور اس کی حفاظت کے لئے اپنی جان کی بازی لگا دیتا ہے۔ اور مالی قربانی پیش کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔ ہندستانی مسلمانوں کو بھی اپنے وطن سے اسی قدر پیار اور محبت ہے جتنا کہ ہر ملک کے باشندے کو اپنے ملک سے ہونا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنے پیدائشی شہر مکہ سے بڑی الفت اور محبت تھی۔ چنانچہ ترمذی شریف کی ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی محبت کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا: واللہ انك لخير أرض الله وأحب أرض الله الى الله، ولولا أن أخرجت منك ما خرجت اللہ کی قسم روئے زمین پر اللہ کے نزدیک سب سے بہتر اور محبوب سرزمین یہ مکہ کی زمین ہے۔ اگر مجھے یہاں سے نہ نکالا جاتا تو میں یہاں سے نہیں نکلتا۔ (سنن الترمذی: ۳۹۲۵)

ہاں اتنا ضرور ہے کہ ہم صاحب ایمان خاک وطن سے محبت بھرپور کرتے ہیں لیکن اسے اپنا معبود ومسجود نہیں سمجھتے۔ ہماری پیشانی اللہ وحدہ لاشریک لہ کے لئے سربسجود ہوتی ہے وہی ہمارا معبود حقیقی اور مسجود ہے اس کے سوا کسی بھی مخلوق کے لئے سجدہ ہم روا نہیں سمجھتے۔ یہ ہمارا ایمانی وصف اور خاصہ ہے۔

۲۔ احترام آدمیت وانسانیت: اسلام کی نگاہ میں انسان محترم ومکرم ہے خواہ اس کا دین وعقیدہ کچھ بھی ہو۔ سماج ومعاشرہ میں اس کا مرتبہ ومقام جو بھی ہو۔ انسانیت کے شرف وکرم میں سب یکساں ہیں اور سب کے سب امن وشانتی اور سلامتی کے ساتھ یکساں زندگی گذارنے کا حق رکھتے ہیں۔ قرآن کریم ناطق ہے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا (اسراء: ۷۰)

ترجمہ: یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی اور انہیں خشکی اور تری کی سواریاں دیں اور ان میں پاکیزہ چیزوں کی روزیاں دیں اور اپنی بہت سی مخلوق پر انہیں فضیلت عطا فرمائی۔

نیز فرمایا: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ (التین: ۴) یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کے احترام اور اس کی تکریم کی وضاحت اور صراحت حجۃ الوداع کے موقعہ پر اپنے دیئے گئے خطبہ میں فرمائی۔ اور پوری بشریت کو اس کی تلقین فرمائی۔ یاایها الناس ألا ان ربكم واحد وان اباكم واحد الا لافضل لعربى على عجمى ولا لعجمى على عربى، ولا لأحمر على اسود ولا لأسود على أحمر الا بالتقوى ألا هل بلغت قالوا: بلى يا رسول الله قال: فليبلغ الشاهد الغائب (تخریج شرح الطحاویہ: شعیب الارناؤط ۵۱۰، واسنادہ صحیح)

یعنی سارے انسان یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں کوئی فرق نہیں۔ فرق ہے اور اعتبار ہے تو تقوی کا۔ بنی آدم میں سے معزز وہی ہے جو اللہ تعالی کا سب سے

زیادہ فرمانبردار ہو۔ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم اس پیغام کے ذریعہ رسول عربی نے دنیا کے تمام لوگوں کو اپنا بھائی اور اپنے جیسا انسان سمجھنے کی تلقین کی۔نسلی منافرت کو دور کیا، ایک دوسرے سے حسن سلوک کی تعلیم دی اور رواداری کا بنیادی اصول دیا کہ ہم دوسری قوموں کے افراد کو اپنے جیسا ہی سمجھیں، کیونکہ اسی وقت ہم ان سے رواداری اور حسن سلوک کا برتاؤ کر سکتے ہیں، اور اگر ہم نے دوسروں کو کمتر حقیر اور ذلیل درجہ کا انسان سمجھا تو پھر ان کے ساتھ رواداری اور حسن سلوک کا برتاؤ محال ہوگا۔

نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ احترام وتکریم صرف زندہ افراد کے ساتھ خاص نہیں کیا بلکہ ایک مردہ غیر مسلم کے جنازہ کے احترام میں قیام فرما کر کیا اور اپنے متبعین کو جنازہ دیکھ کر قیام کرنے کی تلقین فرمائی۔جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزارا گیا تو آپ اٹھ کر کھڑے ہوگئے، آپ سے کہا گیا کہ یہ یہودی کا جنازہ ہے تو فرمایا ان الموت فزع، فاذا رأیتم الجنازۃ فقوموا (مسلم۔جنائز ۷۸۲)

۳-**حریت وآزادی ضمیر**: معاشرہ میں پرامن ماحول قائم کرنے کے لئے آزادی کا ہونا بے انتہا ضروری ہے۔حریت وآزادی انسانی تکریم کے مظاہر میں سے ایک اہم مظہر ہے۔اسلام نے اسے انسان کا پیدائشی اور فطری حق سمجھا ہے۔جبر وسختی کو ناجائز اور حرام بتایا ہے۔اسلامی شریعت نے دین حق کے اختیار کے لئے کسی پر جبر واکراہ کی سخت ممانعت فرمائی ہے۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (البقرہ:۲۵۶) فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (الکھف:۲۹) اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا (الانسان:۳) زور وزبردستی اور جبر سے کسی کو مسلمان بنانے کو اسلام نے نہایت نفرت کی نظر سے دیکھا ہے، اسلام اپنے مخالفین پر ظلم وستم کو کبھی روا نہیں رکھا، اور نہ ہی زبردستی ان کے حقوق پر قبضہ جمایا، بلکہ تمام کے حقوق کی رعایت کی۔

۴-**عبادت گاہوں کا تحفظ اور مذہبی رواداری**: اسلامی ریاست نے ذمیوں اور غیر مسلموں کو اپنے مذہب اور اعتقادات پر باقی رہنے اور اپنے مذہبی شعائر اور مذہبی مراسم کی ادائیگی کے لئے مکمل آزادی دی ہے۔کسی کو اپنے دین وعقیدہ بدلنے پر مجبور نہیں کرتی۔اسلامی حکومت ان کے پرسنل لا میں کوئی مداخلت نہیں کرتی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران سے صلح کیا، اس کی دفعات میں سے یہ بھی ہے۔الا تھدم لھم بیعۃ ولا یخرج لھم قس، و لا یفتنوا عن دینھم مالم یحدثوا حدثا أو یاکلوا الربا (ابوداؤد حدیث: ۳۰۴۱، وسکت عنہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلفاء راشدین کا تعامل بھی اسی طرح کا رہا ہے۔چنانچہ خلیفہ اول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کفار کے مذہبی معاملات کے تعلق سے جو معاہدہ لکھا اس کے الفاظ کچھ یوں ہیں۔لا یھدم لھم بیعۃ ولا کنیسۃ ولا قصر من قصورھم التی کانوا یتحصنون اذا نزل بھم عدوھم، ولا یمنعون من ضرب النواقیس ولا من اخراج الصلبان فی عیدھم۔

یعنی ان کی عبادت گاہوں، کنیسا اور گرجا گھروں کو منہدم نہ کیا جائے، ان کا قلعہ مسمار نہ کیا جائے جس سے وہ اپنے دشمنوں سے بچاؤ کرتے ہیں، ناقوس بجانے سے منع نہ کیا جائے اور ان کے صلیب سے جسے وہ اپنی عید اور خوشی کے مواقع پر نکالتے ہیں (کتاب الخراج لابی یوسف) ان ذمیوں کی بابت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فیصلے اور بلاد المسلمین میں یہود ونصاری کے عبادت خانوں کا وجود شاہد عدل ہے۔

شبلی نعمانیؒ لکھتے ہیں: کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے غیر مسلموں کے حقوق کی حفاظت کے لئے جو معاہدہ تحریر فرمایا اس کے اجزاء میں سے کچھ اجزاء اس طرح ہیں: یہ امان ہے جو اللہ کے غلام امیر المومنین عمر نے اہل ایلیا کو دی ہے، یہ امان جان و مال، گرجا گھر، صلیب، تندرست وبیمار اور ان کے تمام اہل مذہب کے لئے ہے۔نہ ان کے گرجا میں سکونت اختیار کی جائے گی نہ وہ ڈھائے جائیں گے، نہ ان کے احاطے کو نقصان پہنچایا جائے گا نہ ان کے صلیبوں اور ان کے مال میں کمی کی جائے گی، مذہب کے بارے میں ان پر کوئی جبر نہیں کیا جائے گا، نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا۔(الفاروق ۲/ ۱۳۷)

۵-**عدل وانصاف**: پُرامن معاشرے کے قیام کے لئے عدل وانصاف کا ہونا بے انتہا ضروری ہے۔اسی لئے اسلام نے اس پر بڑا زور دیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا (النساء:۵۸)

آیت کا حکم عام ہے۔قاضیوں اور فرماں رواؤں کے لئے حکم ہے کہ مومن وکافر اپنے و بیگانے سبھوں کے درمیان عدل وانصاف سے کام لیں، کسی کی دشمنی یا کسی کی قرابت داری ظلم جانبداری اور بے انصافی پر آمادہ نہ کرے۔وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (المائدہ:۸) یعنی کسی قوم کی دشمنی اور عداوت تم کو اس بات کا ملزم نہ کرے کہ تم موقع پر عدل وانصاف نہ کرو، بلکہ ٹھیک ٹھیک قانون کے ساتھ فیصلہ کرو یہی نیک نیتی کی علامت ہے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی غیر مسلموں پر ظلم اور ناانصافی سے منع فرمایا ہے۔

فرمان رسول ہے ألا من ظلم معاهدا أو انتقصه أو كلفه فوق طاقته أو أخذ منه شيئا بغير طيب نفس فانا حجيجه يوم القيامة (ابوداؤد: حديث ٣٠٥٢) یعنی کسی نے کسی معاہد پر ظلم کیا یا اس کی تنقیص کی یا اس کی طاقت سے زیادہ اسے مکلّف بنایا یا اس کی مرضی کے بغیر اس سے کچھ لیا تو بروز قیامت میں اس کی جانب سے فریق بنوں گا۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من قتل نفسا معاهدا لم يرح رائحة الجنة وان ريحها ليوجد من مسيرة سبعين خريفا (ترمذی:١٤٠٣) یعنی جس نے کسی معاہد کو قتل کر دیا تو اسے جنت کی خوشبو نہیں ملے گی جبکہ اس کی خوشبو دیا مہک چالیس سال کی مسافت سے مل جاتی ہے۔

سبحان اللہ! اسلام نے غیر مسلموں کو عدل وانصاف کے اس قانون کے ذریعہ وہ ساری مراعات دی ہیں جتنا کہ انھیں دیا جا سکتا ہے۔ اور انھیں اس بات سے بالکل بے خوف کر دیا کہ مسلمان ان کے ساتھ زیادتی کریں گے۔

حسن سلوک اور اخلاق حسنہ کا مظاہرہ کرنا: اسلامی ریاست کے نظم وضبط اور شہریوں کے بنیادی حقوق میں سے ایک حق یہ بھی بتاتا ہے کہ غیر مسلم کے ساتھ عدل وانصاف اور مساوات قائم کیا جائے۔ ان کے ساتھ خیر خواہی مروت اور حسن سلوک ورواداری کا مظاہرہ کیا جائے۔ بشرطیکہ وہ اسلام اور مسلمانوں سے برسر پیکار نہ ہوں اور نہ ہی ان کے خلاف کسی سازش میں مبتلا ہوں جیسا کہ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے قرآن کریم کے فرمان "لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ" (الممتحنة:٨) کی تفسیر میں بیان فرمائی ہے۔ غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک اور رواداری کی مثالیں کتب سیر وتواریخ میں محفوظ ہیں۔

ایک یہودی غلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم تھا، بیمار ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لئے تشریف لائے، اس کے سرہانے بیٹھ کر اس سے مخاطب ہوئے۔"اسلم" اسلام لے آؤ، غلام نے اپنے والد کی طرف نگاہ اٹھائی جو وہاں موجود تھا، اس نے کہا: ابوالقاسم کی اطاعت کرو، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے یہ فرماتے ہوئے نکلے، الحمد لله الذى أنقذه من النار (اخرجه البخاري حديث ١٣٥٦) (وسنن ابی داؤد: حديث ٣٠٩٥)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ایک غلام بکری ذبح کر کے چمڑا اتار رہا تھا، ابن عمرؓ اس سے مخاطب ہوئے، اے غلام، فارغ ہونا تو بکری کا گوشت سب سے پہلے میرے پڑوسی کو دینا، کہا گیا کہ وہ تو یہودی ہے، تو فرمایا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے پڑوسی کی بابت اس قدر وصیت فرمائی ہے کہ یہ خدشہ ہو گیا کہ اسے وارث بنا دیں گے۔ يوصي بالجار حتى خشينا انه سيورثه"۔ (اخرجه مسلم حديث ٢٦٢٥ وصحيح الادب المفرد: حديث ٩٥)

۷-معاشرتی کفالت کرنا: معاشرتی واجتماعی کفالت یہ ایک ایسی ذمہ داری ہے جسے اسلام غیر مسلموں کے ساتھ نبھاتا ہے وہ غیر مسلم جو اسلامی حکومت کے زیر نگیں رہتے ہیں اسلام ایسے لوگوں کی جان ومال عزت وآبرو کے تحفظ کی ضمانت لیتا ہے۔ اسلامی سوسائٹی میں ان کا پاس ولحاظ اسی قدر ہوتا ہے جو سلوک ایک مسلم کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسلامی تاریخ میں اس کے نمونے درج ہیں جس کی ایک جھلک چند نمونہ سے ظاہر ہوتی ہے۔

عہد صدیقی میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اہل حیرہ کو جو پیمان لکھا۔ اس میں مذکور ہے کہ ذمیوں میں سے کوئی شخص پیرانہ سالی کے سبب ناکارہ عمل ہو جائے، یا آفات ارضی وسماوی میں سے کسی آفت میں مبتلا ہو جائے، یا کوئی امیر وغنی فقیر ہو جائے اور اس کے اہل مذہب صدقہ سے اسے تعاون کرنے لگیں تو ایسے تمام اشخاص سے جزیہ معاف ہے اور بیت المال سے ان کی اور ان کے اہل وعیال کی کفالت کی جائے۔ (اسلام کا اقتصادی نظام)

عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک دن گشت میں نکلے۔ ایک بوڑھے ذمی شخص کو دیکھا، بھیک مانگ رہا تھا۔ آپؓ نے اس کا ہاتھ پکڑا، اپنے گھر لے گئے، گھر میں جو میسر تھا اسے دیا اور بیت المال کے خزانچی کو یہ ہدایت فرمائی: انظروا هذا وضربائه فوالله ما أنفعنا ان اكلنا شبيبة ثم نخذله عند الهرم، انما الصدقات للفقراء والمساكين الفقراء هم المسلمون، وهذا من المساكين من اهل الكتاب۔

اللہ کی قسم ہمارا یہ انصاف نہیں کہ ہم جوانی میں ان سے جزیہ وصول کریں اور بڑھاپے میں انہیں بھیک کی ذلت کے لئے چھوڑ دیں۔ قرآن کریم کی آیت میں فقراء سے مراد مسلمان ہیں اور مساکین سے مراد اہل کتاب کے مساکین ہیں۔

اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے تمام لوگوں سے جزیہ معاف کر کے بیت المال سے وظیفہ مقرر کر دیا۔ (موسوعہ فقہ عمر ۲۳۹ بحوالہ عمر بن الخطاب شخصیت اور کارنامے ص ۴۱۰)

۸-جنگ اور دشمنوں کے ساتھ سلوک: یہی نہیں بلکہ لڑائی اور جنگ کے موقعہ پر بھی اسلام نے انتہائی رواداری اور حسن سلوک کی تعلیم دی ہے۔ اگرچہ دشمن نے شدید دشمنی، قتل وغارت گری، ظلم وجور اور بے رحمی کی ابتدا کرنے اور اسے انتہا تک پہنچانے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی ہو، مگر اسلام نے ایسے مشکل وقت میں بھی اعلیٰ درجہ کی ہمدردی، انتہائی رواداری اور بے مثل تحمل وبرداشت کی تعلیم دی ہے اور ایسا محیر العقول نمونہ دکھایا ہے جسے دیکھ اور سن کر دنیا حیران اور ششدر رہ جائے۔

اسلام نے حالت جنگ میں بھی دشمن سے پوری رواداری برتنے کی تلقین کی ہے۔ مثلاً جنگ میں ظلم وزیادتی، حد سے تجاوز کرنے اور جنگ میں خود پیش قدمی اور پہل کرنے سے منع کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ وَ اقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَ اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْکُمْ وَ الْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَ لَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰی یُقٰتِلُوْکُمْ فِیْهِ (البقرہ:۱۹۰-۱۹۱)

اسلام نے دشمن کے قاصدوں کو امن دیا، چنانچہ مسیلمہ کذاب کے قاصدوں کی گستاخی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لو كنت قاتلا رسولا لقتلتكما (البدایہ والنہایہ ۳/ ۴۷)

دشمن کی عورتوں، بچوں اور معذور لوگوں کو مارنے سے منع کیا، سرسبز کھیتوں، پھلدار درختوں کو کاٹنے روندنے اور برباد کرنے سے منع کیا، عبادت گاہوں کو ڈھانے، عابدوں اور مذہبی بزرگوں کو قتل کرنے سے روکا۔ جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن قتل النساء والصبيان (صحيح الجامع: ٦٩٧٢) وفى رواية عن انس رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: انطلقوا بسم الله وبالله وعلى ملة رسول الله لا تقتلوا شيخا فانيا ولا طفلا صغيرا ولا امرأة ولا تغلوا ...الحديث (رواه ابوداؤد: ح ٢٦١٤) اسی طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی کے موقعہ پر نصیحت کی اور تلقین کی۔ لا تخونوا ولا تغلوا ولا تغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلوا الطفل ولا الشيخ ولا المرأة ولا تعقروا نخلا ولا تحرقوه ولا تقطعوا شجرة مثمرة ولا تذبحوا شاة ولا بقرة ولا بعيرا الا للأكل واذا مررتم بقوم فرغوا أنفسهم فى الصوامع فدعوهم وما فرغوا أنفسهم له (تاریخ ابن خلدون ۲/ ۴۸۹ بحوالہ اسلام میں رواداری ۷۰)

اسیران جنگ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی تلقین اور ان کو تکلیف پہنچانے سے منع کیا۔ وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا (الدهر:۸)

دشمن اپنے کو کمزور دیکھ کر اگر صلح کی پیش کش کرے تو اسے قبول کر لینے کا حکم دیا۔ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰهِ (الانفال:٦١)

نقض عہد کی ممانعت فرمائی، پناہ میں آجانے والے غیر مسلم کو امن دینے اور عافیت سے رکھنے کی تاکید فرمائی۔ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ اسْتَجَارَکَ فَاَجِرْهُ حَتّٰی یَسْمَعَ کَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ (التوبه:٦)

لوٹ کے مال کو حرام قرار دیا جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ان رجلا قال يارسول الله رجل يريد الجهاد فى سبيل الله وهو يبتغى عرضا من عرض الدنيا فقال لا اجرله: الحديث (اخرجه ابوداؤد ح ٢٥١٦) وفى رواية للترمذى كان النبى صلى الله عليه وسلم ينهى عن النهبة والمثلة وقال من انتهب نهبة فليس منا (ترمذى حديث: ١٦٠١)

اسی طرح معاہدہ کرنے والے ذمیوں اور غیر مسلموں کی جان ومال عزت وآبرو کی پوری حفاظت کا ذمہ دار مسلمانوں کو ٹھہرایا۔

اس طرح کی اور بہت سی حیرت انگیز رعایتیں اسلام نے اپنے زیرنگیں غیر مسلم رعایا کو دی ہیں اور برتی ہیں نیز جس وسعت وفیاضی کے ساتھ انھیں شہری حقوق دیے ہیں، ان کے ساتھ رواداری اور حسن سلوک کا جو برتاؤ کیا ہے، اس کی نظیر بلا شبہ اس دور تمدن وتہذیب میں نہیں ملتی، یہ رواداری اور یکجہتی کا سلوک اسلام کا امتیازی وصف ہے اور اس کی خصوصیت ہے۔ ایسی رواداری اور برتاؤ اپنی رعایا کے ساتھ اسلام سے پہلے یا بعد میں کسی سلطنت، حکومت یا بادشاہ کے دور حکومت میں نہیں ملتا۔ تاریخ کے صفحات ایسی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ کاش عصر حاضر کے حکمراں اسلام کی ان بیش بہا تعلیمات سے درس عبرت لیتے اور اپنی اپنی رعایا کو خوشحال اور اپنے ممالک کو پرسکون وپرامن بنا کر اچھی حکمرانی کے لئے داد تحسین لیتے۔ رب دوجہاں اسلام کو سربلندی عطا فرمائے اور حکمرانوں کو راج دھرم نبھانے اور رعایا کی خدمت کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

☆☆☆

رپورٹ: ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی
کنوینز مسابقہ

مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے زیر اہتمام

انیسواں آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم بحسن وخوبی اختتام پذیر

بلاتفریق مسلک ملک بھر سے تقریبا پانچ درجن دینی وعصری مدارس وجامعات سے تین سو سے زائد حفاظ کی شرکت۔ اختتامی اجلاس میں موقر ذمہ داران صوبائی جمعیات اہل حدیث ، اراکین مرکزی مجلس عاملہ ودیگر عمائدین ملک وملت کا اظہار خیال اور ان کے ہاتھوں مسابقہ کے کل چھ زمروں میں اول ، دوم، سوم پوزیشن حاصل کرنے والے حفاظ کرام کے مابین گرانقدر نقدانعامات، ھدایا اور توصیفی اسناد کی تقسیم ۔تمام شرکاء توصیفی اسناد اور تشجیعی انعامات سے نوازے گئے۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی ایک منفرد خصوصیت اور امتیاز یہ بھی ہے کہ وہ جب کوئی کام شروع کرتی ہے تو مشکلات وموانع کے باوجود اسے بلا انقطاع تسلسل کے ساتھ جاری رکھنے کی کوشش کرتی ہے اور اس کے معمول کے کام بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کبھی تعطل کے شکار نہیں ہوتے ہیں۔کورونا کی مہاماری کے ایام میں حکومت اور طبی ادارہ جات کی ہدایات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے بھی مختلف شعبہ جات کی سرگرمیاں جاری وساری رہیں۔خصوصا علمی ورفاہی اور تعمیراتی کام پوری توانائی کے ساتھ جاری رہے جس کے لیے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ذمہ داران خصوصا امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ مبارکباد اور شکریے کے مستحق ہیں۔قارئین کے علم میں ہے کہ آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کا ہر سال پابندی کے ساتھ انعقاد مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی اہم سرگرمیوں اور بڑی حصولیابیوں میں سے ایک ہے اور اس کے اثرات پورے ملک اور ملت اسلامیہ پر محسوس کیے جارہے ہیں۔آج پورے ہندوستان میں جو مسابقات حفظ قرآن کریم کا انعقاد عمل میں آرہا ہے، اس کا سہرا یقینی طور پر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سر جاتا ہے کہ اسی نے پورے ملک میں سب سے پہلے مسابقہ حفظ وتجوید کا انعقاد کیا تھا۔اور جس کا سنہری سلسلہ آج تک جاری ہے۔

انیسواں آل انڈیا مسابقہ حفظ و تجوید وتفسیر قرآن کریم:

قرآن کریم: قارئین جریدہ ترجمان اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کا یہ عظیم الشان مسابقہ جو ۱۸-۱۹/جون ۲۰۲۲ء کو اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا ئی دہلی میں منعقد ہوا اس کو بہت پہلے منعقد ہونا تھا۔جس کا بار بار اعلان بھی ہوا اور ملک میں کورونا کی صورتحال کے پیش نظر ملتوی کرنا پڑا۔مثلا ۲۱/دسمبر ۲۰۲۱ء کو اعلان کیا گیا کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام حسب سابق امسال بھی ''انیسواں کل ہند مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم'' بتاریخ ۵-۶/فروری ۲۰۲۲ء، مطابق ۳-۴/رجب ۱۴۴۳ھ بروز ہفتہ، اتوار منعقد ہوگا۔لیکن نئے سال کے اوائل میں ملک میں کورونا اور اومیکرون وبا کی تشویش ناک صورت حال اور حکومتوں کی ہدایات کے پیش نظر ۱۵/جنوری ۲۰۲۲ء کو اعلان کرنا پڑا کہ اس مسابقہ کو تا اعلان ثانی افسوس کے ساتھ موخر کیا جاتا ہے۔موقر ذمہ داران جمعیات ومدارس اور طلبہ عزیز براہ کرم اسے نوٹ کرلیں اور اپنے حلقہ احباب میں اس کا اعلان فرمادیں۔جن جمعیات اور مدارس اسلامیہ کے نمائندگان نے مسابقہ میں شرکت کے لیے عزم کرلیا تھا اور ٹکٹ بنوالیا تھا اور مرکز کو اس کی اطلاع بھی دے دی تھی ان سے معذرت کرتے ہوئے اس یقین کا اظہار کیا گیا کہ گوکہ ہم اس خیر سے سردست محروم ہورہے ہیں لیکن ان شاء اللہ اس کے اجر وثواب سے محروم نہیں ہوں گے۔حالات درست اور سازگار ہوتے ہی مسابقہ کی نئی تاریخ کا اعلان کردیا جائے گا۔

پھر جب ملک کے حالات درست ہوگئے اور کورونا کا خطرہ بھی جاتا رہا، دہلی کے علاوہ بہت سے مدارس کھل گئے اور زندگی معمول پر آنے لگی تو پھر ۱۸/مارچ ۲۰۲۲ء کو مسابقہ کی نئی تاریخوں کا اعلان کیا گیا اور مختلف ذرائع سے مشتہر کیا گیا کہ یہ مسابقہ ۱۱-۱۲/جون ۲۰۲۲ء کو دہلی میں منعقد ہوگا۔ان شاء اللہ

لیکن مدارس وجامعات میں ماہ صیام کی تعطیل کے بعد جاری جدید داخلے کی کارروائی اور گرمی کی شدید لہر وغیرہ کی وجہ سے مسابقے کے انعقاد کی تاریخوں میں جزوی توسیع کی گئی اور ۲۲/مئی ۲۰۲۲ء کو اعلان کیا گیا کہ اب یہ مسابقہ ۱۱-۱۲/جون

کے بجائے ۱۸-۱۹/جون ۲۰۲۲ء کو منعقد ہوگا۔ مسابقہ کا فارم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی ویب سائٹ www.ahlehadees.org پر دستیاب ہے۔ اس کے علاوہ اسے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ہیڈ کوارٹر اہل حدیث منزل ،اردو بازار، جامع مسجد، دہلی ۶ اور اہل حدیث کمپلیکس ،ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی، صوبائی جمعیات اہل حدیث ہند کے دفاتر اور پندرہ روزہ جریدہ ترجمان کے حالیہ شماروں سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

اس موقع پر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی صاحب نے مسابقے کی اہمیت وضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ بندوں کا رشتہ ان کے پروردگار سے جوڑنے ، بندگان الٰہی کے مابین الفت ومحبت، یک جہتی ،رواداری ،فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور امن وآشتی کو فروغ دینے ، دین وملت اور ملک وانسانیت کے تئیں احساس ذمہ داری پیدا کرنے ،انہیں اچھا مومن، اچھا پڑوسی، اچھا شہری اور اچھا انسان بنانے نئی نسل میں مسابقتی ذوق وجذبہ پروان چڑھانے کی غرض سے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ہر سال آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم بڑے تزک واحتشام کے ساتھ منعقد کرتی ہے۔ اس لیے کہ قرآن کریم اللہ رب العزت کا اپنے بندوں کے نام وہ آخری پیغام امن وسعادت اور کتاب رشد وہدایت ہے جس میں ساری انسانیت کی دنیوی واخروی بھلائی وکامرانی اور عروج ونہوض کا راز مضمر ہے۔

امیر محترم نے مزید کہا کہ ایسے وقت میں جبکہ ہر سطح پر مختلف قسم کی عصبیات کو ہوا دے کر آدمی آدمی کا دشمن بنتا جارہا ہے۔ پیغام محبت واخوت اور انسانیت کو بھولتا جارہا ہے۔ عدل وانصاف پر سوالات اٹھ رہے ہیں۔ ذات، برادری، دھرم، مذہب اور ازم کے نام پر تشدد ومنافرت کو ہوا دی جارہی ہے، امن وشانتی اور قومی یک جہتی وفرقہ وارانہ ہم آہنگی کی فضا کو مکدر ہوتا کھلی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور دہشت گردی الگ مسئلہ بن کر کھڑا ہے، علاوہ ازیں کووڈ ۱۹ کی تباہی وہلاکت اور یکے بعد دیگرے اس کی نئی نئی لہروں سے انسانیت سہمی ہوئی ہے، دنیائے انسانیت کو اس الٰہی پیغام کی سخت ضرورت ہے، پھر بھی لاعلمی کی وجہ سے کچھ لوگ اس پر معترض ہیں۔ ایسے میں قرآن کریم سے ہمارا رشتہ ہمہ جہت مضبوط سے مضبوط تر ہونا چاہیے۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث اور مدارس وجامعات کے نام خطوط کا اجراء: مسابقے کی نئی تاریخوں کے اعلان کے ساتھ ہی صوبائی جمعیت اہل حدیث اور مدارس وجامعات کے نام خطوط اور داخلہ فارم ارسال کیے گئے، ان سے بار بار ٹیلی فونک رابطے کیے گئے، اسی طرح جمعیت کی ویب سائٹ اور سوشل میڈیا کے ذریعہ بھی مسابقے کی تشہیر کی گئی اور ملک کے ہر کونے سے طلبہ کی شرکت کو یقینی بنانے کی کوشش کی گئی۔

حکم صاحبان کے نام دعوت ناموں کی ترسیل: مسابقہ کے تمام زمروں کے امتحانات کے لیے ملک کے اہم مدارس وجامعات کے ذمہ داران کو خط لکھا گیا کہ اپنے یہاں سے شعبہ تحفیظ کے ایک موقر استاذ مجود قاری صاحب کو حکم کی حیثیت سے نامزد فرمائیں۔ اور اس طرح مختلف مکتب فکر کے تقریبا ایک درجن حکم صاحبان کو دعوت دی گئی۔

موقر اراکین مرکزی مجلس عاملہ کے نام دعوت ناموں کی ترسیل: چونکہ مسابقہ کے موقع پر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مجلس عاملہ کا اہم اجلاس مورخہ ۱۹/جون ۲۰۲۲ء کو منعقد ہونے والا تھا اس لیے تمام اراکین ومدعوئین خصوصی کو بھی دعوت نامے ارسال کئے گئے اور ان سے اس مسابقہ کے اختتامی اجلاس میں شرکت کی بطور خاص گزارش کی گئی۔

ملی تنظیموں کے ذمہ داران، مساجد کے ائمہ کرام اور دہلی کی اہم شخصیات کے نام دعوت ناموں کی ترسیل: شرکاء مسابقہ کی تشجیع اور مسابقہ کے پیغام کو عام کرنے کے پیش نظر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی روایت رہی ہے کہ اختتامی اجلاس میں ملی تنظیموں کے ذمہ داران، مساجد کے ائمہ کرام اور دہلی کی اہم شخصیات کو مدعو کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ان تمام شخصیات کو دعوت نامے بھیجے گئے اور ان سے رابطہ کرکے شرکت کی گزارش کی گئی۔

طلبہ واساتذہ کے وفود کی آمد: چونکہ مسابقہ کے حوالے سے پورے ملک میں کافی جوش وخروش پایا جارہا تھا اس لیے تاریخ انعقاد سے دوروز قبل ہی سے طلبہ واساتذہ اور گارجین حضرات کی آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا اور مورخہ ۱۸/جون ۲۰۲۲ء کی صبح تک اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا نئی دہلی طلبہ واساتذہ اور گارجین حضرات کے ایمانی وروحانی وجود سے کھچا کھچ بھر گیا۔

حکم صاحبان کے ساتھ میٹنگ: اس موقع پر ہماری ایک روایت یہ بھی ہے کہ مسابقہ شروع ہونے سے قبل مسابقہ کمیٹی کے ذمہ داران کی حکم صاحبان کے ساتھ میٹنگ کی جاتی ہے اور مختلف زمروں کے امتحانات کے سلسلے میں ان کو ہدایات دی جاتی ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے کی ایک نشست امیر محترم کی موجودگی میں سید نذیر حسین محدث لائبریری میں منعقد کی گئی۔

افتتاحی اجلاس: حسب اعلان مورخہ ۱۸/جون ۲۰۲۲ء کو صبح ساڑھے آٹھ بجے انیسویں کل ہند مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کا افتتاحی اجلاس اہل حدیث کمپلیکس میں واقع وسیع وجمیل جامع مسجد میں منعقد ہوا۔ جس میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی صاحب نے صدارتی خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ حفاظ کرام اور قراء حضرات کا مقام ومرتبہ سب سے اعلیٰ وارفع ہے۔ وہ کہیں بھی رہیں اور کہیں بھی بیٹھیں، ان کی اہمیت وفضیلت کو

فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ زہے نصیب کہ انہیں خلعت فاخرہ اور حلۃ الکرامۃ اس وقت نصیب ہوگا جب دنیا کے بڑے بڑے حکمرانوں کا سر جھکا ہوگا۔ کوئی کتنا بھی بڑا کیوں نہ بن جائے لیکن حافظ وعامل قرآن کے سامنے سب ہیچ ہیں۔ آج دنیا کے حصول کے لیے کتنی ٹرینیں جلائی جارہی ہیں اور املاک کو نقصان پہنچایا جارہا ہے۔ آج دنیا کی خاطر حالات نے سب کچھ بدل دیا، صحیح اور غلط کی تمیز کھودی۔ لیکن قرآن کریم جو امن وشانتی کا سرچشمہ ہے اور آپ حفاظ وحاملین قرآن ان تعلیمات قرآنی کے پیامبر ہیں اور ملک وملت کے اندر خیر وبرکت کا سامان ہیں۔ یہ بڑے اعزاز کی بات ہے کہ آپ حضرات محض اپنے رب کی رضا اور ساری انسانیت کی ہدایت اور امن واخوت انسانی کو فروغ دینے کے لیے اس پروگرام میں ملک کے کونے کونے سے تشریف لائے ہیں۔ اس موقعہ پر ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہوئے مبارکباد دیتے ہیں۔

امیر محترم نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے مزید فرمایا: قرآن ہوگا تو امن کا بول بالا ہوگا، انسانیت نوازی اور اخوت ومحبت کی اسلامی تعلیمات عام ہوں گی، شانتی کی بالادستی قائم ہوگی۔ قرآن کریم رب العالمین کا کلام ہے اور سارے عالم کے لئے ہدایت کا سامان ہے۔ مورس بکائی جس نے قرآن کریم کے خلاف پروپیگنڈے کے لئے اپنی زندگی وقف کردی تھی، وہ شاہ فیصل مرحوم کی کوششوں سے وہ داعی قرآن بن گیا۔ آپ اسی قرآن کریم کی تعلیمات کے پیامبر ہیں۔ اس کے پیغام امن وشانتی کو کبھی فراموش نہیں کرنا ہے۔ اس سلسلے میں کتنی بھی بڑی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے ہمیں پسپائی اختیار نہیں کرنی ہے۔ انبیاء کرام نے انسانیت کے پیغام کو عام کرنے کے لیے کتنی پریشانیاں برداشت کیں اور ان میں بھی سب سے افضل نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے زیادہ مصیبتیں برداشت کیں، آپ حضرات انہیں کے وارثین ہیں۔ آپ بیٹھے بٹھائے شرف وعزت کے حقدار نہیں بنے ہیں بلکہ اس کے لیے آپ نے محنت کی ہے، آپ کے والدین اور سرپرستوں اور مدارس کے ذمہ داران اور اساتذہ ومحسنین نے اس کی اہمیت کو سمجھا ہے اس لیے آپ کے ساتھ ہی ساتھ وہ بھی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اس بات کو یاد رکھیے اور ذہن ودماغ میں جاگزین کرلیجیے کہ ہمیں اس کے پیغام امن وانسانیت کو عام کرنا ہے۔ آپ حضرات دلجمعی کے ساتھ مسابقہ میں شرکت کیجیے اور انعام کے مستحق قرار پائیے، آپ اگر سب سے پیچھے رہ بھی گئے تب بھی آپ اس قرآن کریم کی نسبت سے بہت ہی اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں۔

اس افتتاحی اجلاس کا آغاز قاری دلشاد احمد کی تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ اس کے بعد ناظم اجلاس ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی نے مرکزی جمعیت کی گوناگوں خدمات پر مختصر روشنی ڈالتے ہوئے شرکاء مسابقہ، حکم حضرات وشرکاء اجلاس کا خیر مقدم کیا۔ مسابقہ کے سلسلہ میں بعض ذمہ داران جمعیت، علماء کرام ومہمانان گرامی نے اپنے گراں قدر تاثرات پیش کئے۔

مرکزی جمعیت کے ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی نے شرکاء مسابقہ ومہمانان گرامی کا استقبال کرتے ہوئے کہا کہ آپ حضرات اپنے گھر میں ہیں۔ جمعیت کے مختلف شعبہ جات ہیں اور اس کی ہمہ جہت خدمات ہیں۔ اس مسابقہ کی خصوصیت یہ ہے کہ ہر بچہ کی صلاحیت کی قدر کی جاتی ہے اور اس کا مقصد اس کی صلاحیت کو اجاگر کرنا اور ان کی ہمت افزائی کرنا ہے۔ جن کے سینہ میں قرآن ہے، ان کا بڑا مرتبہ ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جب احد میں بڑے بڑے عالی مرتبت صحابہ شہید ہوئے اور جب ان کی تدفین عمل میں آئی تو آپ نے ان صحابہ کو مقدم رکھا جن کو زیادہ قرآن یاد تھا۔ شرکاء مسابقہ کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حکم حضرات صاحبان کے سامنے کسی قسم کی گھبراہٹ نہیں ہونی چاہیے بلکہ بڑے اطمینان سے بے فکر ہوکر سوالات کا جوابات دیں اور یاد رہے کہ اصل آپ کی حاضری ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ امیر محترم یقیناً اس بات لیے مبارکباد کے مستحق ہیں کہ کورونا ختم ہوتے ہی جمعیت کی سرگرمیوں کو مہمیز دیتے ہوئے اس عظیم الشان پروگرام کا انہوں نے انعقاد کیا۔

مولانا محمد ریاض سلفی نائب ناظم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے اپنے تاثرات پیش کرتے ہوئے شرکاء مسابقہ کا خیر مقدم کیا اور کہا کہ آپ کا آنا مبارک ہو اور اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت بخشے۔ آپ اجر وثواب کے مستحق ہیں۔ مرکزی جمعیت کے ذمہ داران بھی اجر وثواب کے مستحق ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ جمعیت کی ہمہ جہت خدمات کی یہ ایک چھوٹی سی کڑی ہے جس کا تعلق قرآن کریم سے ہے۔ جس کی قدر کی جانی چاہیے۔

مفتی جمعیت شیخ جمیل احمد مدنی نے کہا کہ قرآن کے حاملین کا یہ شیوہ رہا ہے کہ وہ مسابقہ کے جذبہ سے نیکی کے کاموں میں شریک ہوتے ہیں۔ قرآن کریم سے کار خیر کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔ مرکزی جمعیت چاہتی ہے کہ آپ کی صلاحیتیں نکھر کر سامنے آئیں۔ قرآن کریم ایک لائحہ عمل ہے اور دنیوی واخروی دونوں زندگیاں اس سے مربوط ہیں۔ آپ حضرات کو مسابقہ میں شرکت کا موقعہ ملا ہے اس میں دلجمعی سے شرکت کریں اور اس موقعہ کو غنیمت جانیں۔ جمعیت کو آپ کی فکر دامنگیر ہے اور اس کا مقصد آپ کو زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کرنا ہے۔ آپ حضرات جمعیت سے جڑیں اور ہر طرح کا تعاون دیں۔ علاوہ ازیں انہوں نے کہا کہ جمعیت کے ذمہ داران اس مسابقہ کے انعقاد پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔

حافظ محمد طاہر مدنی ایڈیٹر ماہنامہ اصلاح سماج نے کہا کہ مرکزی جمعیت حسب سابق یہ مسابقہ منعقد کررہی ہے۔ اس کے متنوع پروگرام ہیں جس کے لیے میں مرکزی جمعیت کی قیادت کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور گزارش کرتا ہوں کہ یہ سلسلہ برابر جاری

وساری رہے کیونکہ قرآن کریم ہماری زندگی کا دستور ہے جو زندگی کے تمام شعبہ جات میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔اس جانب ہر شخص کو توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

حافظ محمد عبدالقیوم نائب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے مسابقہ کے انعقاد پر خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ مرکزی جمعیت اس عظیم الشان مسابقہ کو ہر سال منعقد کرتی ہے اور نیکی کے کاموں میں ہمیشہ سرگرم رہتی ہے۔انہوں نے شرکاء مسابقہ اور خصوصیت کے ساتھ امیر محترم مرکزی جمعیت کو مبارکباد پیش کی نیز کہا کہ قرآن کریم کی بدولت اللہ کا فضل شامل حال ہوتا ہے اور پریشانیاں دور ہوتی ہیں لہٰذا اس کا کسی بھی حیثیت سے اہتمام بڑی ہی اہمیت کا حامل عمل ہے۔افسوس کہ بہت سے معززین اور مہمانان گرامی کو تنگئ وقت کی وجہ سے معذرت کے ساتھ موقع نہ دیا جاسکا۔

اس کے علاوہ مولانا عبدالستار سلفی امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی، شیخ عزیز احمد مدنی استاذ المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ نئی دہلی، حکم مسابقہ قاری مختار احمد، حافظ وسیم سلفی، مولانا انوار سلفی عمید جامعۃ السید نذیر حسین محدث دہلوی نے اپنے اپنے تاثرات پیش کیے اور ذمہ داران خصوصا امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کو اس کے انعقاد پر مبارکباد پیش کی اور شکریہ ادا کیا اور اسے وقت کی اہم ضرورت قرار دیا۔

پروگرام کے اختتام پر ناظم مالیات مرکزی جمعیت الحاج وکیل پرویز نے جملہ شرکاء مسابقہ، ان کے والدین، حکم حضرات، ذمہ داران جمعیت کا شکریہ ادا کیا اور شرکاء سے کہا کہ آپ ہی کے ہاتھ مستقبل میں ملک وملت کی لگام ہوگی لہٰذا آپ حضرات اپنی اہمیت کو سمجھیں اور لائق وفائق بننے کی کوشش کریں۔

اس افتتاحی پروگرام میں شرکاء مسابقہ، حکم حضرات اور ذمہ داران جمعیات ومعززین جماعت اور مدارس وجامعات کے اساتذہ اور طلبہ کے سرپرست حضرات نے شرکت کی۔مگر سب کے تاثرات وجذبات کا اندازہ تھا مگر وقت کی تنگ دامانی تھی۔

مسابقے کا باضابطہ آغاز: افتتاحی اجلاس کے معا بعد مسابقے کے تمام زمروں کے امتحانات باضابطہ شروع ہوگئے جو اگلے دن یعنی ۱۹/جون کی ظہر تک پوری توانائی اور جوش وجذبے کے ساتھ جاری رہے۔واضح ہو کہ اس مسابقہ میں ہندوستان کے طول وعرض سے تین سو سے زائد طلبہ اس کے کل چھ زمروں میں شریک ہوئے اور مسابقہ میں امتحان کی ذمہ داری ملک کے بلا امتیاز مسلک ومشرب نامور دینی مدارس کے اپنے فن میں ماہر ترین اساتذہ نے انجام دیے۔اور یوں دو دنوں تک اہل حدیث کمپلیکس میں وہ روحانی کیفیت طاری رہی جو بیان سے باہر ہے۔صدائے قرآنی سے اہل حدیث کمپلیکس کی فضا گونجتی رہی۔

اختتامی اجلاس:

مسابقے کا اختتامی اجلاس ۱۹/جون ۲۰۲۲ء کو بعد نماز مغرب نہایت تزک واہتمام کے ساتھ منعقد ہوا جس میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ذمہ داران، موقر اراکین عاملہ، ذمہ داران صوبائی جمعیت، ملی تنظیموں کے ذمہ داران، ذمہ داران واساتذہ مدارس، حکم صاحبان اور مختلف علمی وسماجی شخصیات نے شرکت کی۔اس اجلاس میں صدارتی خطاب کرتے ہوئے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی صاحب نے فرمایا کہ قرآن کریم کتاب ہدایت اور قوم وملت کے لیے عظیم سرمایہ ہے۔اس کی تعلیمات کو عام کرنے کی آج کے اس پرفتن دور میں سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ہم نے اس کے ذریعہ انسانیت اور اس ملک کی بے مثال خدمت کی ہے۔آج اس کے علمی انکشافات کو واضح کرنے کی سخت ضرورت ہے۔اس کے ذریعہ امن وآشتی، اخوت وبھائی چارہ، قومی یکجہتی کو فروغ حاصل ہوگا۔آپسی منافرت، تشدد پسندی اور دہشت گردی کا خاتمہ ہوگا۔اور اس کا معجزہ روحانی ومادی منظر عام پر مزید توانائی کے ساتھ ظاہر ہوگا۔

امیر محترم نے اپنے صدارتی خطاب میں شرکائے مسابقہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم حقیقی حامل قرآن بنیں، زمانہ ہماری رہنمائی کا منتظر ہے۔ اگر ہم قرآن کی انسانیت نواز تعلیمات کو صحیح معنوں میں اپنالیں تو انسانیت کی کایا پلٹ سکتی ہے اور وہ اس کی برکتوں سے مستفید ہوسکتی ہے۔قرآن کریم کی تلاوت کرلینا یا اس کو حفظ کرلینا سعادت کی بات ہے مگر اس کو اپنی رگ وپے میں بسانے اور اس کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے ہی سے اس کا حق ادا ہوسکتا ہے۔آپ لوگوں نے اپنے سینوں میں قرآن کریم کی دولت کو محفوظ کیا ہے اس کے لیے آپ مبارکباد کے مستحق ہیں۔میں آپ کو آپ کے والدین کو، آپ کے اساتذہ کو اور آپ کے محسنین مدارس کو مبارکباد دیتا ہوں اور ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان کی محنت ولگن سے آپ نے یہ مقام حاصل کیا ہے اور یہ ان کی نئی نسل کے تئیں فکرمندی کا ثبوت ہے۔آپ حضرات اپنے مقام ومرتبے کو پہچانیں اور اللہ جل شانہ کے انسانیت کے نام پیغام ودستور یعنی قرآن کریم سے وابستگی پر فخر محسوس کریں۔ہم جملہ ذمہ داران جمعیت آپ تمام شرکاء مسابقہ وحکم حضرات کا تہہ دل سے اس میں شرکت کے لیے شکریہ ادا کرتے ہیں اور بارگاہ رب دو عالم میں دعا گو ہیں کہ وہ ہم سب کو قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل کرنے اور کما حقہ اس کی خدمت انجام دینے کی توفیق ارزانی فرمائے۔آمین

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی نے اپنے خطاب میں کہا کہ قرآن کریم عظیم کتاب ہے۔اس کا پڑھنا اور اسے دوسروں تک پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے۔شرکاء مسابقہ قرآن کریم سے اپنا رشتہ قائم رکھیں اور اس کے تقاضوں کو پورا کریں۔آپ کا مقام بہت ہی بلند وبالا ہے کیونکہ آپ نے قرآن کریم جو کہ کتاب ہدایت ہے اس کو اپنے سینوں میں محفوظ کیا ہے۔اس کتاب سے

جس کا بھی تعلق قائم ہوا وہ عزت وشرف کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہوا۔ یہ جس رات میں نازل ہوا وہ رات ہزار مہینوں سے افضل قرار پائی۔ جو فرشتہ اسے لے کر آیا وہ روح الامین سے لقب سے ملقب ہوا۔ آپ نے اس مسابقے میں شرکت کی اس کے لیے آپ مبارکباد کے مستحق ہیں، ساتھ ہی مرکزی جمعیت کی قیادت جس نے یہ محفل سجائی ہے وہ بھی مبارکباد کی مستحق ہے۔

شاہ ولی اللہ انسٹی ٹیوٹ کے صدر مولانا عطاء الرحمٰن قاسمی نے کہا کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند تعلیمی، رفاہی اور نوجوانوں کی ذہن سازی کے لئے قابل قدر خدمات انجام دے رہی ہے۔ ترجمہ کا مسابقہ بڑی ہی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ آج بھی ایک حلقہ قرآن کو سمجھ کر پڑھنے کو شجر ممنوعہ قرار دیتا ہے۔ اس رسم کو توڑنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر حضرت مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی کو اس مسابقہ و دیگر بامقصد پروگراموں کے انعقاد پر دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کی۔

جماعت اسلامی ہند کے نائب امیر سید امین الحسن نے مرکزی جمعیت کی قیادت کو دل کی گہرائیوں سے اس مسابقہ کے انعقاد پر مبارکباد پیش کی اور شرکاء مسابقہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آپ اسلام کے نمائندے ہیں۔ آپ کو قرآن کا تعارف پیش کرنا ہے۔ قرآن ایک رہنما کتاب ہے اس کے اندر بڑی تاثیر ہے اس کی تلاوت سے آنکھیں اشک بار اور دل پگھل جاتے ہیں۔ تبھی تو مشرکین مکہ شدید ترین مخالفت کے باوجود رات کی تاریکی میں اسے چھپ چھپ کر سنتے تھے۔ ہمیں اس کی دعوت کو عام کرنا ہے اور اس کے پیغام کو پوری دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے۔

انجمن منہاج رسول کے صدر سید اطہر حسین دہلوی نے شرکاء مسابقہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جو طلبہ یہاں تشریف لائے ہیں ان کو یہ بتانا مقصود ہے کہ اس کتاب کے پڑھنے، سیکھنے اور سمجھنے سے وہ اللہ کے دربار میں انعام کے ضرور مستحق قرار پائیں گے۔ اور جن کو انعام ملے گا وہ تو مبارکباد کے مستحق ہیں ہی جن کو نہیں ملے گا وہ بھی مستحق ہیں کیونکہ انہوں نے اللہ کی کتاب قرآن کریم کے حفظ کا ایک عظیم کارنامہ انجام دیا ہے۔ آپ نے ذمہ داران مرکزی جمعیت کو مسابقہ کے کامیاب انعقاد پر بھی مبارکباد پیش کی اور کہا کہ کورونا کے حالات میں بھی یہ مسابقہ منعقد کرکے جمعیت نے شاندار کام کیا ہے۔

علماء کونسل صوبہ اتراکھنڈ کے صدر مولانا زاہد رضا رضوی نے کہا کہ آج کی اس پاکیزہ روحانی مجلس کے صدر مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی، مولانا محمد ہارون سنابلی، علماء کرام، اساتذہ وطلبہ سبھی کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ جس نظم کے ساتھ جس ترتیب اور لگن اور ذوق وشوق سے اس مسابقہ کو منعقد کیا گیا ہے وہ قابل ستائش ہے۔ سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب قرآن مجید ہے لیکن آج ہمارا اس سے تعلق مختصر یا ٹوٹ سا گیا ہے جس کے باعث پریشانیاں آرہی ہیں۔ شرکاء مسابقہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جس ہمت مومنانہ سے آپ نے حالات کی ناسازی کے باوجود سفر کرکے اس مسابقہ میں حاضری دی ہے، یہ بڑی بات ہے۔ اور اس مسابقہ میں جس فراخ دلی کا ثبوت دیا جاتا ہے وہ جمعیت کا بڑا کارنامہ ہے۔

مفتی افروز عالم قاسمی چیئرمین تعلیم جدید فاؤنڈیشن نئی دہلی نے اپنے تاثرات میں سب سے پہلے مرکزی جمعیت کی قیادت کو مبارکباد پیش کی اور کہا کہ قرآن کریم ہمارے لیے موجب ہدایت ہے اور آج کے ماحول میں عظیم رہنما بھی ہے۔ قرآن کا خاصہ ہے کہ وہ سب کے لیے ہدایت ہے۔ یہ مسابقہ قرآن سے شغف پیدا کرنے کا اہم ذریعہ ہے۔ اس سے ظاہری وباطنی انقلاب آئے گا اور سرپرستوں کو اس کا اجر دنیا وآخرت دونوں میں ملے گا۔

مسابقہ کے جملہ حکم حضرات کی نمائندگی اور ذمہ داران سے اظہار تشکر کرتے ہوئے قاری حذیفہ قاسمی استاذ مدرسہ عربیہ شمس العلوم شاہدرہ نئی دہلی نے امیر محترم مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے مجھے اس مسابقہ کا حکم بنایا میں اس کے لیے ان کا شکرگزار ہوں۔ جمعیت کی بالغ نظر قیادت اس پروگرام کو منعقد کررہی ہے تاکہ بندوں کا ان کے رب سے رشتہ استوار کیا جاسکے۔ مسابقہ کے حسن انتظام کی ستائش کرتے ہوئے کہا کہ جس حسن انتظام وبہترین قیام وطعام اور وسیع المشربی کے ساتھ یہ سلسلہ جاری وساری ہے اس کے لیے قیادت مزید شکریہ ومبارکباد کی مستحق ہے۔

سفارتخانہ سعودی عرب کے دینی امور کے ذمہ دار فضیلۃ الشیخ بدر بن ناصر العنزی نے مسابقے کے اس اختتامی پروگرام میں شرکت پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اسے اپنے لیے باعث شرف وسعادت بتایا اور ذمہ داران جمعیت بالخصوص مرکزی جمعیت کے امیر محترم شیخ اصغرعلی امام مہدی سلفی کا اس مسابقہ کے انعقاد نیز اسلام ومسلمانوں کی خدمت اور ملک میں صحیح عقیدہ کی نشرواشاعت پر شکریہ ادا کیا اور کہا کہ قرآن کریم کے نزول کا سب سے بڑا مقصد اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت، اس کے پسندیدہ دین کا قیام اور زندگی کے تمام گوشوں میں اس کی بالادستی قائم کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بے انتہا فضل وکرم ہے کہ اس نے اس قرآن کریم کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کردیا اور اس کی صیانت وحفاظت کا ایک اہم ذریعہ ان حفاظ کرام کو بھی بنایا جن کی عزت وہمت افزائی کا سامان اس جیسے مسابقات کے ذریعے فرمایا۔ ان مسابقات کے فوائد میں کتاب اللہ سے والہانہ شغف، اخلاق کی تہذیب اور فہم قرآن اور وسطیت واعتدال کا سامان موجود ہے۔

شیخ محترم نے اپنے خطاب میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے سعودی عرب کی قیادت کو جہاں مسلمانوں کی گوناگوں خدمات، حرمین شریفین کی حفاظت اور حجاج کی خدمت

کا شرف بخشا ہے وہیں کتاب اللہ کی ہمہ جہت خدمات کے شرف سے بھی نوازا ہے۔ دنیا کی تمام زندہ زبانوں میں قرآن کریم کے ترجموں کی اشاعت سعودی عرب کا ناقابل فراموش کارنامہ ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں کے لیے انہوں نے ایک لاکھ قرآن کریم کے نسخے ہدیہ کیے ہیں۔ اس سے وہاں کے حکمرانوں کے کتاب اللہ سے شغف کا پتہ چلتا ہے۔

اختتامی پروگرام کے درمیان ہی میں مسابقہ کے پانچ زمروں کے اول پوزیشن لانے والے مشارکین نے اپنی بہترین آواز میں قرأت کے نمونے پیش کیے اور حاضرین کو اپنی قرأت سے محظوظ کیا۔

علاوہ ازیں مفتی جمعیت واستاذ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ شیخ جمیل احمد مدنی، رکن شوری مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ڈاکٹر حافظ عبدالعزیز مدنی، صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی کے امیر مولانا عبدالستار سلفی، صوبائی جمعیت اہل حدیث جھارکھنڈ کے ناظم اعلیٰ وسابق ایم ایل اے مولانا عقیل اختر مکی، شہری جمعیت حیدرآباد، سکندرآباد کے امیر مولانا شفیق عالم خان جامعی، مدرسہ تجوید القرآن آر کے پورم دہلی کے ناظم مولانا محمد قاسم رحیمی، جامعہ ریاض العلوم دہلی کے استاذ مولانا عبدالاحد مدنی، مدرسہ رحمانیہ گوونڈی کے ناظم مولانا جلال الدین فیضی (ممبائی)، جناب محسن خان، ڈائریکٹر القلم انگلش اسکول ممبائی مولانا منظر احسن سلفی صاحب، مولانا محمود عالم فیضی صاحب وغیرہم نے اپنے تاثراتی کلمات پیش کئے اور انیسویں آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کے کامیاب انعقاد پر مبارکباد پیش کی اور نیک خواہشات کا اظہار کیا۔ نیز ہر قسم کے تعاون کی یقین دہانی کرائی۔

پروگرام میں شرکت کرنے والی دیگر اہم شخصیات میں نائب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند حافظ عبدالقیوم صاحب، مولانا عزیز احمد مدنی صاحب، حافظ شکیل احمد میرٹھی صاحب اور ڈاکٹر افضال الرحمٰن صاحب، مولانا وسیم احمد سلفی صاحب، مولانا عطاء اللہ انور صاحب، ڈاکٹر حنظلہ ادریس تیمی صاحب، رکن شوریٰ حافظ محمد عمر صاحب، مولانا عبداللہ مکی صاحب، جناب عبدالوحید جانی صاحب وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

مسابقہ کے اس اختتامی پروگرام کا آغاز جامعۃ القرآن والسنۃ الخیریۃ بجنور کے استاذ اور مسابقہ کے حکم قاری عبدالنور صاحب کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے نائب ناظم مولانا ریاض احمد سلفی نے نظامت کے فرائض انجام دیئے اور افتتاحی کلمات میں مرکزی جمعیت کی خدمات کا تعارف پیش کیا۔

مسابقہ میں امتیازی پوزیشن لانے والے سبھی چھ زمروں کے جملہ شرکاء کو نقد انعام، گھڑی، بیش قیمت کتابوں کا تحفہ اور توصیفی اسناد سے نوازا گیا۔ ہوئے۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے خازن الحاج وکیل پرویز نے آخر میں جملہ شرکاء مسابقہ، حکم حضرات، طلبہ، مقررین، مہمانان گرامی کا شکریہ ادا کیا اور رات گیارہ بجے اس نورانی محفل کا اختتام ہوا۔

مختلف زمروں میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ:

زمرہ اول حفظ قرآن کریم (مکمل)

شیخ سفیان شیخ سبحانی جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں، مہاراشٹر اول
عامر سہیل بن عبدالرشید جامعہ دارالسلام، عمرآباد، تمل ناڈو دوم
محمد ثاقب بن عاشق الٰہی مکتب حسنین، زکریا مسجد کریم نگر، میرٹھ، یوپی سوم

زمرہ دوم حفظ قرآن کریم (بیس پارے)

محمد ثمیر بن نصر الدین جامعہ عربیہ دارالفلاح، بڈھانہ، مظفرنگر، یوپی اول
محمد یوسف بن ابومغیرہ جامعہ ابی ہریرہ الاسلامیہ، لال گوپال گنج، الہ آباد، یوپی دوم
محمد انیس محمد ابراہیم مدرسہ عربیہ قاسم العلوم، گلرھا، بدلپور، بلرامپور، یوپی سوم

زمرہ سوم حفظ قرآن کریم (دس پارے)

محمد مامون بن محمد شعیب جامع العلوم فرقانیہ، مسٹن گنج، رامپور، یوپی اول
محمد کعب بن نواب الدین جامعہ عربیہ ابوہریرہؓ دارالقرآن، تاجپور، ضلع بجنور، یوپی دوم
محمد نفیس بن عبدالعظیم مدرسہ اسلامیہ اشرف العلوم، قصبہ دھوج، فریدآباد، ہریانہ سوم

زمرہ چہارم حفظ قرآن کریم (پانچ پارے)

عامر شجر سفیان انصاری مدرسہ احمدیہ سلفیہ، ملکی محلّہ، آرہ، بہار اول
محمد ذکوان بن کوثر عالم مدرسہ احمدیہ سلفیہ، ملکی محلّہ، آرہ، بہار دوم
محمد رضوان عبدالمالک مدرسہ احمدیہ سلفیہ، ملکی محلّہ، آرہ، بہار سوم

زمرہ پنجم ناظرہ قرآن کریم (مکمل)

محمد کیف بن ابوالفیض جامعہ اثریہ دارالحدیث، مئو، یوپی اول
محمد سعد بن محمد زکریا مدرسہ اسلامیہ اشرف العلوم، قصبہ دھوج، فریدآباد، ہریانہ دوم
زاہد الرحمٰن بن محمد سیف اللہ مدرسہ احمدیہ سلفیہ، ملکی محلّہ، آرہ، بہار سوم

زمرہ ششم ترجمہ و تفسیر قرآن کریم (منتخب سورتیں)

محمد یاسر شمس بن محمد اشرف علی جامعہ عالیہ عربیہ، مئوناتھ بھنجن، یوپی اول
پرویز مشرف بن ثناء اللہ جامعہ عالیہ عربیہ، مئوناتھ بھنجن، یوپی دوم
الفاظ الدین بن شہاب الدین جامعہ مصباح العلوم السّلفیہ، جھوم پورہ، اڈیشہ سوم

حکم صاحبان:

(۱) ڈاکٹر عبدالعزیز مدنی مکی صاحب، مدرسہ انوار العلوم املو، مبارکپور، یوپی
(۲) مفتی جمیل احمد مدنی صاحب، استاذ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ نئی دہلی
(۳) مولانا عزیز احمد مدنی صاحب، استاذ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ نئی دہلی
(۴) قاری عبدالمحسن صاحب، استاذ جامعہ اسلامیہ سنابل، نئی دہلی

(۵) قاری عبدالنور صاحب، استاذ جامعۃ القرآن والسنۃ الخیریہ، بجنور، یوپی
(۶) قاری مختار احمد صاحب، استاذ مدرسہ تعلیم القرآن، رام پارک، لونی، غازی آباد، یوپی
(۷) قاری مبارک حسین صاحب، استاذ جامعۃ الہدیٰ الاسلامیہ، کولکاتہ، مغربی بنگال
(۸) قاری سعود انور صاحب، استاذ جامعہ ابوہریرہ الاسلامیہ، لال گوپال گنج، الہ آباد، یوپی
(۹) قاری امتیاز احمد تیمی صاحب، استاذ مدرسہ احمدیہ سلفیہ آرہ، بہار
(۱۰) قاری محمد حذیفہ قاسمی صاحب، استاذ مدرسہ عربیہ شمس العلوم، شاہدرہ، دہلی
(۱۱) قاری ضیاء الرحمٰن عثمانی صاحب، استاذ جامعہ سید نذیر حسین محدث دہلوی، دہلی
(۱۲) قاری عبدالخالق صاحب، استاذ جامعہ سراج العلوم السلفیہ، جھنڈا نگر نیپال
(۱۳) قاری محمد فیاض صاحب، استاذ جامعہ اثریہ دارالحدیث، مئو، یوپی

مدارس کی نمائندگی:

جامعہ ابی ہریرۃ الاسلامیہ، لال گوپال گنج، الہ آباد، یوپی
جامعہ مصباح العلوم السلفیہ، جھوم پورہ، اڑیشہ
مدرسہ احمدیہ سلفیہ، ملکی محلّہ، آرہ، بہار
جامعہ اثریہ دارالحدیث، مئو، یوپی
دارالعلوم احمدیہ سلفیہ لہسریا سرائے، دربھنگہ، بہار
ضلعی جمعیت اہل حدیث دیوگھر، جھارکھنڈ
جامعہ سید نذیر حسین محدث دہلوی
جامعہ ریاض العلوم، جامع مسجد، دہلی
جامعہ سراج العلوم السلفیہ، جھنڈا نگر، نیپال
جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں، مہاراشٹر
مدرسہ عربیہ زبیدیہ، نواب گنج، آزاد مارکیٹ، دہلی
جامعہ محمدیہ کھیدو پورہ، مئوناتھ بھنجن، یوپی
جامعۃ الامام البخاری، معہد آباد، کھگڑا، کشن گنج، بہار
مدرسہ خادم الاسلام، ٹانڈہ بادلی، رامپور، یوپی
جامعہ عمر فاروقؓ الاسلامیہ، ہریش چندر پور، مالدہ، مغربی بنگال
ویسٹرن گھاٹس، کوروم، وایناڈ، کیرلا
جامعہ عالیہ عربیہ، مئوناتھ بھنجن، یوپی
الجامعۃ السلفیۃ میوات، شکراوہ، نوح، ہریانہ
مدرسہ اسلامیہ اشرف العلوم، قصبہ دھوج، فرید آباد، ہریانہ
جامع العلوم فرقانیہ، مسٹن گنج، رامپور، یوپی
مرکز اشاعت الاسلام، شاہین باغ، نئی دہلی
صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی
المعہد الاسلامی السلفی، رچھا بریلی، یوپی
جامعہ اسلامیہ فیض عام، مئوناتھ بھنجن، یوپی
الجامعۃ المحمدیہ، کربٹیا، دربھنگہ، بہار
جامعہ دارالسلام، عمرآباد، تمل ناڈو پانڈیچری
جامعہ عربیہ دارالفلاح بڑھانہ، مظفرنگر، یوپی
جامعہ عربیہ شمس العلوم، شاہدرہ، دہلی
مدرسہ صوت القرآن محمدیہ، پنگواں، نوح، ہریانہ
جامعہ ابوبکر الصدیق الاسلامیہ، مغربی، چمپارن، بہار
معہد علی بن ابی طالب لتحفیظ القرآن الکریم، جیت پور، نئی دہلی
جامعہ سراج العلوم کنڈ ؤ، بونڈیہار، بلرامپور، یوپی
دارالدعوۃ، شاہین باغ، نئی دہلی
مدرسہ اسلامیہ عربیہ محمودیہ، مظفرنگر، یوپی
ضلعی جمعیۃ اہل حدیث گلبرگہ
مدرسہ اسلامیہ عربیہ دارالقرآن ٹرسٹ، باغپت، یوپی
مدرسہ عربیہ قاسم العلوم، گلرھا، بدلپور، بلرامپور، یوپی
مرکز دارالقرأت والتجوید، بھوپال، مدھیہ پردیش
المعہد لتعلیم القرآن، راجامنڈی، آگرہ، یوپی
جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار القرآن، دھولی دوب، الور، راجستھان
مدرسہ عثمان بن عفانؓ، دیون مئو، پوسٹ، سرائے گنی، پرتاپ گڈھ، یوپی
مدرسہ اشرف العلوم محلّہ دلشاد مسجد، پرانا مصطفیٰ آباد، دہلی-۹۴
صوبائی جمعیت اہل حدیث پنجاب
جامعہ ضیاء الہدیٰ، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی
مدرسہ تعلیم القرآن، مسجد حاجی لنگا، سیکٹر ۳، آر کے پورم، نئی دہلی
مرکز تعلیم القرآن، شاہین باغ، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی
مسجد اہل حدیث چوک والی، سکندرآباد، یوپی
جامعہ رحمانیہ مدینۃ السلام، ڈومریا، روشنا، امداباد، کٹیہار، بہار
مدرسہ اشرفیہ تعلیم القرآن، مصطفیٰ آباد، دہلی
جامعہ ضیاء الہدیٰ، ابوالفضل، انکلیو، جامعہ نگر، دہلی
مدرسہ جامعہ اسلامیہ تجوید القرآن، رام پور، یوپی
مکتب حسنین، ذکریا مسجد، گلی نمبر ۷، انصار بلاک، کریم نگر، میرٹھ، یوپی
جامعہ ابوبکر صدیق، شالیمار گارڈن، شام نگر روڈ، میرٹھ، یوپی
مدرسہ وجیہ العلوم، متصل مزار شاہ ولی اللہ، رامپور، یوپی
جامعہ عربیہ ابوہریرہؓ دارالقرآن، روانہ روڈ راجہ کا تاجپور، ضلع بجنوری، یوپی

☆☆☆

مرکز کی چند سرگرمیاں

(۱) المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ میں تعلیمی سلسلہ کا آغاز: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلائی دہلی میں تقریباً ۱۸/سالوں سے چل رہے اعلیٰ تعلیمی وتربیتی ادارہ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ میں داخلہ کی کارروائی مکمل ہونے کے بعد تعلیمی وتربیتی سلسلہ الحمدللہ شروع ہوگیا ہے۔

واضح رہے کہ المعہد العالی میں ماہر وتجربہ کار اساتذہ کی نگرانی میں اعلیٰ تعلیم وتربیت کا نظم ہے۔ اس میں مدارس وجامعات کے فارغین کا داخلہ لیا جاتا ہے اور یہاں افتاء ودعوت کی تربیت کے ساتھ ساتھ مذاہب عالم، انگریزی اور کمپیوٹر کی بھی تعلیم کا بھی بہترین بندوبست ہے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند معہد میں زیر تعلیم طلبہ کو طعام ورہائش اور دیگر سہولیات فراہم کرنے کے ساتھ ماہانہ وظیفہ بھی دیتی ہے۔ مقام شکر ہے کہ معہد کے فارغین ملک کے مختلف حصوں میں تعلیم وتربیت علم وتحقیق اور امامت وخطابت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔(ادارہ)

(۲)اہل حدیث کمپلیکس میں مشہور خطیب مولانا ظفرالحسن مدنی صاحب کا خطاب: مورخہ ۲/اگست ۲۰۲۲ بروز منگل بعد نماز مغرب تا عشاء اہل حدیث کمپلیکس اوکھلائی دہلی کی وسیع وعریض جامع مسجد میں معروف عالم دین ومشہور خطیب مولانا ظفرالحسن مدنی صاحب شارجہ کا ''نوجوانوں کی بے راہ روی - اسباب وعلاج'' کے عنوان پر پر مغز خطاب ہوا جس میں پوری دہلی سے بڑی تعداد میں سامعین نے شرکت کی اور مولانا کے موعظہ حسنہ سے استفادہ کیا۔مولانا نے اپنے خطاب میں اس بات پر بھی زور دیا کہ لوگوں کا علماء سے رشتہ مضبوط رہنا چاہیے کیوں کہ جو معاشرہ علماء کی سرپرستی سے خالی ہوجاتا ہے وہ تباہ وبرباد ہوجاتا ہے۔ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی میڈیا کوآرڈینٹر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے مرکزی جمعیت کی طرف سے مؤقر مہمان کا خیر مقدم کرتے ہوئے مؤقر مہمان اور موضوع کا تعارف پیش کیا۔ازیں قبل امیر محترم مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ مہمان گرامی کا استقبال کرکے ریلوے اسٹیشن کے لئے روانہ ہوگئے ۔ان کو صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت کے لیے دربھنگہ جانا تھا۔البتہ اس موقع پر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے کارکنان اور المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ کے اساتذہ وغیرہ موجود رہے۔

(۳) مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی کی نشست کا انعقاد: مرکز میں ہر قمری ماہ کی ۲۹/ویں تاریخ کو مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مرکزی اہل حدیث رویت ہلال کمیٹی کی نشست کا بالالتزام اہتمام کیا جاتا ہے اوراس سے پہلے تمام صوبہ جات کے نام اپیل جاری کی جاتی ہے کہ وہ رویت ہلال کا اہتمام کریں۔ پھر میٹنگ میں ان سے معلومات حاصل کی جاتی ہیں۔ اسی طرح کسی طرح کے اختلاف سے بچنے کے لئے ملی تنظیموں کی رویت ہلال کمیٹیوں سے بھی رابطہ کیا جاتا ہے اور نہایت تحقیق کے بعد رویت یا عدم رویت کا اعلان کیا جاتا ہے۔اس اہتمام کا جماعتی حلقوں خصوصاً صوبائی جمعیات میں دیکھنے کو ملنے لگا ہے اور وہاں ہر ماہ کی انتیسویں تاریخ کو مرکز کی یاددہانی پر رویت ہلال کا اہتمام ہونے لگا ہے۔ فلله الحمد والمنة

چنانچہ رویت ہلال ماہ محرم الحرام ۱۴۴۴ھ کے سلسلے میں مورخہ ۲۹/ذوالحجہ ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۹/جولائی ۲۰۲۲ کو بعد نماز مغرب اہل حدیث کمپلیکس اوکھلائی دہلی میں مرکزی اہل حدیث رویت ملال کمیٹی کی نشست کا انعقاد عمل میں آیا۔لیکن کسی بھی صوبہ سے رویت ہلال کی خبر موصول نہ ہونے کی وجہ سے عدم رویت کا فیصلہ ہوا۔ (ادارہ)

(۴)امیر محترم کے دعوتی دورے اور پروگراموں میں شرکت: حالیہ دنوں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ نے صوبہ بہار، مہاراشٹر اور آندھرا پردیش وغیرہ صوبوں کے متعدد مقامات کے دعوتی وتنظیمی دورے کیے پروگراموں میں شرکت کی۔

(۱) مورخہ ۳/جولائی ۲۰۲۲ء کو آل انڈیا صوفی سجادہ نشیں کونسل کے پروگرام میں شرکت کی اور اپنے خطاب میں امن وامان، اخوت وبھائی چارہ، رواداری، فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی ضرورت پر زور دیا۔

(۲) مورخہ ۳۱/جولائی ۲۰۲۲ء کو صوبائی جمعیت اہل حدیث آندھرا پردیش کے زیر اہتمام دوروزہ ورثۃ الانبیاء کنونشن میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے شرکت کی اور پر مغز خطاب فرمایا۔

(۳) مورخہ ۴/اگست ۲۰۲۲ء کو صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت فرمائی۔

(۴) مورخہ ۵/اگست ۲۰۲۲ کو جامع مسجد دارالسلام ممبرا،ممبئی کے پروگرام میں شرکت کی اور خطاب فرمایا۔

(۵) مورخہ ۶/اگست ۲۰۲۲ء کو بنارس کی ایک تقریب میں شرکت فرمائی۔اور جامعہ

سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کے طلباء واساتذہ سے ملاقات کی۔ (ادارہ)

انتقال پر ملال: مورخہ: ۸/اگست ۲۰۲۲ء بروز سوموار بوقت تین بجے دن الحاج عبدالرحمٰن صاحب جھکاوی مغربی چمپارن بہار حال مقام پورنیہ کی اہلیہ اور میری خالہ سفینہ خاتون کا نرکٹیا گنج میں انتقال ہوگیا۔ ۹/اگست ۲۰۲۲ء بروز منگل صبح نو بجے دن میں پورنیہ میں تدفین عمل میں آئی۔ ایک سال سے فالج کا مرض لاحق ہوگیا تھا۔ زوجین نے ۲۰۰۷ء میں میری والدہ کے ساتھ فریضہ حج کی ادائیگی سے سرفرازی حاصل کرلی تھی۔ ان کی اپنی کوئی سگی اولاد نہیں تھی، صوم وصلوۃ کی پابند تھیں۔ مہمان نوازی کا بہت شوق تھا، رشتہ داری کا خیال رکھتی تھیں۔ جناب الحاج عبدالرحمٰن صاحب جھکاوی تقریباً پچاس سالوں سے پندرہ روزہ جریدہ ترجمان اردو کے قدیم ممبر بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی زوجہ کی بال بال مغفرت فرمائے۔ خطاؤں کو معاف کرکے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام ومرتبہ عطا فرمائے۔ آمین

(شریک غم: خادم ابوالحسن فیضی نمائندہ بھوپال ایم پی)

سابق رکن شوری مولانا نواب احمد سلفی مرحوم کی اہلیہ محترمہ کا انتقال: یہ جان کر حد درجہ رنج وغم اور افسوس ہوا کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سابق رکن شوری اور جامعہ سلفیہ شکراوہ کے سابق استاذ، دارالدعوہ دہلی کے نگراں وناظم اور جماعت کی معروف شخصیت مولانا ایوب عمری صاحب کے برادر عزیز اور ہمارے چھوٹے بھائی مولانا نواب احمد سلفی صاحب مرحوم کی اہلیہ محترمہ کا مورخہ ۳/اگست ۲۰۲۲ کی شب کو طویل علالت کے بعد انتقال ہوگا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

مرحومہ نہایت خلیق وملنسار، پابند صوم وصلوۃ اور مہمان نواز خاتون تھیں اور ہریانہ کی معروف دینی وعلمی شخصیت حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم کی دختر نیک اختر تھیں۔ پسماندگان میں دولڑکے شاہد اور فیصل سلمہما اللہ اور ایک لڑکی عزیزہ تسلیم سلمہا ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ لغزشوں سے درگزر کرے، جنت الفردوس کا مکین بنائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین

(غمزدہ وشریک غم: اصغر علی امام مہدی سلفی امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

مغربی بنگال کے معروف عالم دین مولانا شوکت علی صاحب کا سانحۂ ارتحال: یہ خبر نہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ جامعہ نجم الہدیٰ آم تلہ مرشدآباد، مغربی بنگال کے صدر المدرسین معروف عالم دین اور مشہور بنگلہ خطیب الحاج مولانا شوکت علی صاحب کا مورخہ ۲۷/جولائی ۲۰۲۲ء کو بعمر تقریباً ۷۹ سال انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

نئی نسل کی تعلیم وتربیت، معاشرہ کی اصلاح اور خدمت خلق مولانا کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ آپ نے تقریباً پچاس سالوں تک جامعہ نجم الہدیٰ میں تعلیمی وتربیتی خدمات انجام دیں اور شاگردوں کی ایک بڑی تعداد چھوڑ گئے۔ جو ان کے لیے صدقہ جاریہ ہیں۔ ان شاءاللہ

ان کا انتقال مغربی بنگال میں جمعیت وجماعت کا بڑا خسارہ ہے۔ پسماندگان میں چھ بیٹے اور چار بیٹیاں اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، خدمات کو قبول کرے، جنت الفردوس کا مکین بنائے اور جمعیت وجماعت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین (ادارہ)

حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھاگئے:

بروز پیر بتاریخ ۱۱/جولائی ۲۰۲۲ء بوقت شام تقریبا آٹھ بجے علاقۂ میوات میں ایک ایسا دردناک دل دہلا دینے والا حادثۂ فاجعہ پیش آیا جس سے پورے علاقے میں عموما اور جماعت اہل حدیث میں خصوصا صف ماتم بچھ گئی۔ ہر دل غمگین اور ہر آنکھ اشکبار ہوگئی۔ سننے والوں کو یہ یقین نہیں ہو رہا تھا کہ یہ سب اچانک کیسے ہوگیا۔ قصبہ شکراوہ، میوات (ہریانہ) کے دو جواں سال عالم دین حقیقی بھائی مولانا انیس سنابلی اور مولانا اعجاز سنابلی مدنی پسران جناب عبدالسلام صاحب شکراوہ سے جانب مغرب تقریبا پانچ کلومیٹر دور موضع اومرا کے پاس شام ساڑھے آٹھ بجے ایک سڑک حادثہ کا شکار ہوکر اس دار فانی سے دار بقاء کی طرف کوچ کرگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شیء عندہ لاجل مسمی۔

دونوں بھائی جامعہ اسلامیہ سنابل، دہلی کے فارغین میں سے تھے مولانا انیس نے مذکورہ ادارہ سے عالمیت کی سند حاصل کی تھی اور قصبہ ہی کی ایک مسجد میں امامت وخطابت کی اہم ترین ذمہ داری کی انجام دہی میں مصروف ہوگئے تھے جسے وہ بحسن وخوبی انجام دے رہے تھے جبکہ مولانا اعجاز سنابلی کا مذکورہ جامعہ سے فضیلت کرنے کے بعد جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ میں چند ماہ قبل داخلہ ہوا تھا اور جامعہ جاکر تعلیم کا سلسلہ شروع کرچکے تھے۔ چند دن قبل وہ عیدالاضحی کی چھٹیاں گزارنے جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ سے گھر تشریف لائے تھے۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں ان کے داخلے کی منظوری اہالیان شکراوہ کے لیے ہی نہیں بلکہ علاقۂ میوات کے جملہ باشندگان کے لیے فرحت ومسرت کا باعث تھی، خصوصا ان کے والد محترم جناب عبدالسلام صاحب اپنی اور اپنے فرزند کی اس خوش نصیبی پر بے حد نازاں وفرحاں اور رب العلمین کے حضور شکر وسپاس کے جذبے سے سرشار تھے۔ لیکن کس کو خبر تھی کہ یہ خوشی عارضی ثابت ہوگی اور ایک ساتھ دو دین کے سپاہی، والدین کے جگر کے ٹکڑے اور خاندان کے چشم وچراغ اس دنیا سے اس طرح قوم وخاندان کو روتا بلکتا چھوڑ جائیں گے۔ بہرحال صبر وشکر مومن کی شناخت ہیں وہ اپنے رب کے ہر فیصلے پر راضی وقانع رہتا ہے اور کیوں نہ ہو اس کے نبی محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی تعلیم ہے۔ ارشاد ہے: **عجبا لامر المؤمن ان امرہ کلہ لہ خیر ولیس ذلک لاحد**

الا للمؤمن ان اصابته سراء شكر فكان خيرا له وان اصابته ضراء صبر فكان خيرا له. (مسلم) (مومن کا معاملہ بھی کتنا عجیب وغریب ہے کہ اس کے لیے ہر حال میں بھلائی ہے، یہ مومن کے علاوہ کسی اور کے لیے نہیں ہے۔ اگر اسے خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ بارگاہ رب العزت میں سراپا شکر وسپاس بن جاتا ہے اور اگر کسی نقصان سے دوچار ہوتا ہے تو صبر کا دامن تھام لیتا ہے۔)

ان دونوں نوجوانوں کا تعلق ایسے دیندار خاندان سے تھا جس کی ماضی میں بے حد مخلصانہ دینی خدمات ہیں لیکن اکثر اہل علاقہ بھی ان سے ناواقف ہیں۔ ان کے پر دادا میانجی مہر اللہ رحمہ اللہ موضع چھاروڑا سے آکر اپنے ننہال شکراوہ میں آباد ہو گئے تھے اور اس نسبت سے آج بھی یہ خاندان ''چھاروڑیا'' کے نام سے معروف ہے۔ انہوں نے شکراوہ کی جامع مسجد میں ایک بہت ہی شاندار مکتب قائم کیا تھا اور اس میں شکراوہ نیز قرب وجوار کے بچے اور بچیاں ابتدائی دینی تعلیم حاصل کرتے تھے ۔ بعد میں جب بچوں کی تعداد زیادہ ہوگئی تو گاؤں سے باہر خالی زمین پر باقاعدہ مکتب کی کچی عمارت تعمیر کی گئی جس کی بنیادوں پر بعد کے دور میں عمائدین جماعت کی سرپرستی اور حافظ حمید اللہ رحمہ اللہ کی مالی امداد سے دارالعلوم شکراوہ (موجودہ جامعہ سلفیہ میوات) قائم کیا گیا اور مذکورہ مکتب لوگوں کے ذہن ودماغ سے محو ہو گیا۔ ان کے والد جناب عبدالسلام اور چچا جناب اصغر صاحبان سے متعدد بار اس موضوع پر گفتگو ہوتی تھی اور وہ بھی اس بات کے خواہشمند تھے کہ ان کی اولاد جس میں اب الحمدللہ بہت سے نوجوان اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں انہیں پھر ان کے دادا کے مکتب کی بنیادوں پر قائم جامعہ سلفیہ کی خدمت کا موقعہ ملے لیکن افسوس کہ بوجوہ ان کی یہ دیرینہ تمنا پوری نہ ہو سکی۔

مولانا اعجاز رحمہ اللہ سے میری زیادہ واقفیت نہ تھی ایک دوبار سرسری ملاقات تھی کیونکہ ان کا اکثر وقت مدرسے میں گزرتا تھا اور ملاقات کے زیادہ مواقع نہیں ملے تھے لیکن مولانا انیس سنابلی رحمہ اللہ سے اکثر ملاقاتیں ہوتی تھیں اور تعلیم وتعلم نیز علاقے میں اس کی شدید ضرورت کے موضوع پر گفتگو ہوتی تھی۔ بڑے ہی پرجوش، حوصلہ مند، خلیق وملنسار ومتواضع ،شعائر اسلامی کے پابند اور دیندار نوجوان تھے۔ گزشتہ ۲۵/جون کو مدرسہ صوت القرآن محمدیہ پنگواں میں ان سے ملاقات ہوئی تھی، وہ اپنی سسرال کے لوگوں کے ہمراہ کچھ بچیوں کو مدرسہ چھوڑنے آئے تھے۔ کیا خبر تھی یہ آخری ملاقات ہوگی۔ ان سے جب بھی ملاقات ہوتی، اپنے مکتب میں حاضری کی دعوت دیتے۔ لیکن میری بڑی بدنصیبی رہی کہ میں اپنی بعض مجبوریوں کے باعث ان کی دعوت پر لبیک نہ کہہ سکا جس کا مجھے بے حد ملال ہے اور اس کا ہمیشہ افسوس رہے گا۔

ان نوجوانوں کے والد جناب عبدالسلام صاحب کو میں بہت قریب سے جانتا ہوں۔ بڑے ہی مخلص، دیندار اور اولاد کی تعلیم وتربیت کے تئیں انتہائی حساس اور ذمہ دار انسان ہیں۔ انہوں نے اپنے تمام بیٹوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے سب سے بڑے بیٹے مولانا حمزہ ہیں جو جامعہ سید نذیر حسین محدث دہلوی، دہلی سے فراغت کے بعد سرواڑ کی ایک جامع مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ دوسرے نمبر پر مولانا انیس سنابلی رحمہ اللہ، تیسرے نمبر پر محمد اسماعیل، چوتھے نمبر پر مولانا اعجاز سنابلی مدنی رحمہ اللہ اور پانچویں نمبر پر عزیزم عقیل احمد سلمہ اللہ ہیں جو جامعہ اسلامیہ سنابل ہی میں زیر تعلیم ہیں اور اب ان سے بڑی توقعات وابستہ ہیں کہ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے اپنے والد کے ادھورے خوابوں کی تکمیل کریں گے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس کی توفیق بخشے۔ اور چھٹے نمبر پر عزیزم حنظلہ ہیں جو مقامی مدرسہ میں زیر تعلیم ہیں اور امید کرتے ہیں کہ وہ بھی تعلیم کے میدان میں پیش قدمی کریں گے اور والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ہوں گے۔

دوسرے دن یعنی بروز منگل ظہر وعصر کے درمیان قصبہ کے عام قبرستان کے اندر مولانا محمد رحمانی حفظہ اللہ کی اقتداء میں ایک جم غفیر جو تا حد نگاہ پھیلا ہوا تھا نے نماز جنازہ ادا کی اور نم آنکھوں کے ساتھ دونوں نوجوان عالموں کو سپرد خاک کیا۔ ہم بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہیں کہ وہ ان دونوں نوجوانوں کی بشری لغزشوں سے درگزر فرمائے اور جنۃ الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے نیز پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور انہیں ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین یارب العلمین۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

(شریک غم: عبدالمنان سلفی شکراوی)

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی تازہ پیشکش

کتاب الآداب

مؤلف: فؤاد بن عبدالعزیز الشلهوب

مترجم: محمد نعیم محمد شفیع سلفی

تقدیم

مولانا اصغر علی امام مهدی سلفی

صفحات:665 قیمت:-/300

اہل حدیث منزل کی تعمیر وتکمیل کے لیے

محترم و غیور ائمہ، خطباء، متولیان مساجد اور ذمہ داران جمعیات سے پُر زور اپیل اور التماس

اہل حدیث منزل میں چوتھی منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام ہوا چاہتا ہے اور دیگر تینوں منزلوں کی صفائی کی تکمیل کے لیے آپ سے گزارش ہے کہ آنے والے جمعہ میں باضابطہ طور پر اپنی مسجدوں میں اس کے تعاون کے لیے پرزور اعلان فرمائیں اور مندرجہ ذیل کھاتے میں رقم ارسال فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام بنائیں اور اس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

تعاون کے طریقے: (۱) سیمنٹ، سریا، روڑی، بدرپور، ریت (۲) نقد رقم (۳) کاریگروں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (۴) کھڑکی، دروازہ، پینٹ، رنگ وروغن کا سامان یا قیمت مہیا کرا کے تعاون فرمائیں اور مال واولاد اور اعمال صالحہ میں برکت پائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)

RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292